شمارہ ۸

ظہور ۱۳۴۹ ہش

اگست ۱۹۷۰ء

جلد ۱۱

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

سالانہ بدل اشتراک

پاکستان و بھارت چھ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ظہور ۱۳۴۹ھش

(جمادی الثانی ۱۳۹۰ ہجری ۔ اگست ۱۹۷۰ء)

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ ۔ چھ روپے فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد　|　ماہنامہ انصاراللہ ربوہ　|　شمارہ ۸

ظہور ۱۳۴۹ھش

اِسلام کے دورِ اوّل میں منافقین کے مختلف النّوع فتنے

قرآن مجید میں اِن فتنوں کا تفصیلی ذکر اور اس کی علّتِ غائی

اسلام کے دورِ اوّل میں منافقین نے جو مختلف النّوع فتنے اُٹھائے اللہ تعالیٰ نے ان کا قرآن مجید میں خاص تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اِن فتنوں کی نوعیت سے آگاہ ہونا اور منافقوں کی چالوں سے بچتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کرنا ہر مومن کا ایک اہم فرض ہے۔ قرآن مجید میں اِن فتنوں کے ذکر کی علّتِ غائی یہی ہے کہ ہر زمانہ میں مومن اپنے اِس اہم فرض کو پوری مستعدی سے ادا کرتے چلے جائیں۔ اور اِس طرح اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث بنیں۔ اِن فتنوں کی نوعیت پر غور کرنے سے قبل خود مرضِ نفاق کی نوعیت اور اس کی انتہائی خطرناک مضرت سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید کی رُو سے نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اعتقادی نفاق اور دوسرا عملی نفاق۔ اعتقادی نفاق فی الاصل کفر کا ہی ایک نیا بہروپ ہوتا ہے۔ جب کفار کے ظلم وستم اور ایذا رسانیوں کے علی الرغم مومن باقاعدہ ایک مضبوط و مستحکم جماعت کی شکل میں منظم ہو جاتے ہیں تو کفار بیرونی حملہ کے علاوہ اپنے میں سے بعض لوگوں کو اعتقادی منافقوں کے طور پر مومنوں میں داخل کرکے در پردہ مخالفت کا ایک اندرونی محاذ بھی کھول دیتے ہیں۔ برخلاف

اس کے عملی منافق صداقت کو صداقت سمجھ کر ہی قبول کرتے ہیں لیکن اپنی عملی کمزوری کی وجہ سے ایک گونہ منافقت کی کیفیت ان کے اندر بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر ان کی اصلاح نہ ہو تو وہ اعتقادی منافقوں کے زیرِ اثر آکر رفتہ رفتہ پکے منافق بن جاتے ہیں اور اپنا ایمان گنوا بیٹھتے ہیں۔

کفّار کے بیرونی حملہ کی طرح ان کا یہ اندرونی محاذ بھی ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اس طرح خدا تعالےٰ دنیا پر آشکار کر دکھاتا ہے کہ حق کے دشمن خواہ کوئی بھی بہروپ بھریں اور کسی بھی حیلے اور مکر سے کام لیں وہ کسی حال میں بھی حق کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کفار کے بیرونی حملوں اور منافقوں کی خفیہ سازشوں اور فتنہ انگیزیوں کے باوجود حق دنیا میں پھیلتا اور آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور بہرحال غالب آکر رہتا ہے۔

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکّہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے اور آپؐ نے مدینہ کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج کی غالب اکثریت کے اسلام قبول کر لینے پر وہاں کے یہود سے باہمی امداد و تعاون کا معاہدہ کر کے اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی تو آپؐ کو وہاں کفارِ مکہ کی چڑھائیوں کے ساتھ ساتھ اُن منافقین کی خفیہ سازشوں، ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں کا بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ جو کفّارِ مکّہ کی شہہ پر اعتقادی منافقوں کی حیثیت سے مسلمانوں میں آشامل ہوئے تھے۔ اِن منافقین میں مدینہ کے مشرک، یہود اور نصاریٰ برابر کے شریک تھے۔ اِن کا سرغنہ قبیلۂ خزرج کا ایک بااثر رئیس عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں مسلمانوں کے خلاف منافقین کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں کا خاصی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ نیز مسلمانوں کی سرخروئی اور منافقین کی روسیاہی پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ اِن منافقین کے دو بڑے مقصد تھے۔

ایک مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں افتراق و انشقاق کا بیج بو کر ان کے اتحاد و اتفاق کو پارا پارا کر دیا جائے۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں قربانی و ایثار اور جاں نثاری و فدا کاری کی روح کو کچل کر ان کے ایک حصہ کو اِس بات پر آمادہ کیا جائے کہ جب بھی کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو وہ غدّاری کی راہ اختیار کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے سے انکار کر دیں تاکہ مسلمان بآسانی مغلوب ہو سکیں۔

اوّل الذکر مقصد یعنی مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے سے متعلق ان کی نام نہاد حکمتِ عملی بلکہ

یوں کہنا چاہیئے کہ ان کی فتنہ پردازی و فتنہ انگیزی حسب ذیل چھ شقوں پر مشتمل تھی:۔

اوّل:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں اور آپؐ کے طریق عمل پر اعتراضات کی بوچھاڑ۔

دوم:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازواجِ مطہرات پر ناپاک اتہامات لگا کر مسلمانوں کی عقیدت کو ٹھیس پہنچانے کی انتہائی قابلِ نفرین جسارت۔

سوم:۔ انصار اور مہاجرین میں فساد ڈلوانے کی کوشش۔

چہارم:۔ انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کی پرانی دشمنی کو ابھار کر انہیں پھر ایک دوسرے سے متصادم کرانے کی مذموم حرکات۔

پنجم:۔ قومی خطا کاروں کی پیٹھ ٹھونک کر اُن کی حوصلہ افزائی۔

ششم:۔ افتراق پھیلانے والی مساعی کو منظم کرنے والے مراکز یا بلفاظِ دیگر کمین گاہوں کا قیام۔

اسی طرح منافقین کے دوسرے مقصد یعنی مسلمانوں میں قربانی و ایثار کی روح کو کچل کر دشمنوں کے بالمقابل انہیں عملاً زک پہنچانے اور انہیں دشمنوں کے ہاتھوں شکست دلانے کے بارہ میں ان کی فتنہ انگیزی بھی چھ شقوں پر ہی مشتمل تھی ان کی تفصیل یہ ہے:۔

اوّل:۔ مسلمانوں کو مالی و جانی قربانیوں سے باز رکھنے کے منصوبے۔

دوم:۔ اسلام کے غلبہ اور اس کی سربلندی کے لئے مالی و جانی قربانیاں دینے والوں کے ساتھ استہزا کا سلوک

سوم:۔ انصار اور مہاجرین میں فساد ڈلوانے کی کوشش۔

چہارم:۔ مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کر کے کفّارِ مکّہ، یہودِ مدینہ اور اردگرد کی عیسائی حکومتوں کو خفیہ اطلاعات بھجوانے کا سلسلہ۔

پنجم:۔ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے کفار کو اکسانا۔

ششم:۔ عین جنگ کے موقعہ پر غداری کر کے مسلمانوں کو زک پہنچانے کی انتہائی خطرناک روش۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منافقین کی فتنہ انگیزی اور اس کی مذکورہ بالا بارہ شقوں پر علیحدہ علیحدہ تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ فی الوقت پہلی چھ شقوں میں سے صرف چند شقوں پر ہی ہم روشنی ڈال سکیں گے اور وہ بھی اشارہ کے رنگ میں اختصار کے ساتھ۔

جہاں تک مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے سلسلہ میں ان کی فتنہ انگیزی کی پہلی شق کا تعلق ہے منافقین اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق اور بنیان مرصوص کی بے مثال کیفیت کا اصل

سرچشمہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے کیونکہ وہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب آیت ۷) کے تحت آپؐ کو اپنی جانوں سے کہیں زیادہ عزیز سمجھتے ہیں اور آپؐ کے ایک اشارہ پر کٹ مرنے کیلئے تیار رہتے ہیں۔ وہ اِس نتیجہ پر پہنچے کہ جب تک خود آپؐ کی ذات پر حملے کرکے مسلمانوں کو خود آپؐ ہی کے تعلق سوءِ ظن میں مبتلا نہیں کیا جائے گا اُس وقت تک ان کے اتحاد کو نہیں توڑا جا سکتا۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو ہدفِ تنقید و ملامت بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ کبھی کہتے هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ (آل عمران آیت ۱۵۵) کیا حکومت میں ہمارا بھی کوئی دخل ہے؟ مراد یہ کہ حکومت میں ہمارا کوئی دخل ہے کہاں۔ سب اختیارات محمدؐ نے اپنے ہاتھ میں ہی کر رکھے ہیں۔ اور ایک طرح سے نعوذ باللہ ڈکٹیٹر بنے ہوئے ہیں۔ کبھی آپؐ پر خیانت کا الزام لگاتے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ کو قرآن مجید میں یہ کہنا پڑا۔ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ (آل عمران ۱۶۲) یعنی اسے بدبختو! یہ امر تو نبی کی شان کے شایاں ہی نہیں کہ وہ خیانت کا مرتکب ہو۔ کبھی صدقات کی تقسیم پر جو محض غرباء و مساکین و ابن السبیل وغیرہم کا حق ہیں اعتراض کرتے کہ ان میں سے ہمیں حصہ کیوں نہیں ملتا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ (التوبہ آیت ۵۸) سے ظاہر ہے یعنی اے رسول! بعض منافق ایسے ہیں جو صدقات کے بارہ میں تجھ پر الزام لگاتے ہیں۔ پھر کبھی آپؐ پر یہ اعتراض کرتے کہ نعوذ باللہ آپؐ کانوں کے بہت کچے ہیں جو کوئی بھی شکایت کرتا ہے اسے تحقیق کے بغیر بے سوچے سمجھے صحیح مان لیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ان کے اِس اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا وَمِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ (التوبہ آیت ۶۱) یعنی ان منافقوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو نبی کو دُکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ بھی کوئی انسان ہے یہ تو کان ہی کان ہے بس شکایتیں سنے جاتا ہے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ وہ منافق جس نے یہ اعتراض کرکے اسے ہوا دی تھی وہ بہت قریہ اور بدہیئت تھا اس کا نام نبتل بن حارث تھا ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شیطان کی طرف دیکھنا چاہے وہ نبتل کیطرف دیکھے۔ ایک اَور روایت کی رُو سے ایک دن حضرت جبرئیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور نبتل کے نفاق اور اس کی دلآزار باتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا اس شخص کو اپنے پاس نہ آنے دیجئے۔ اس کا کلیجہ گدھے کے کلیجہ سے زیادہ سخت ہے۔ پھر خدائی منشاء کے مطابق جب کبھی مسلمانوں پر کوئی تکلیف یا مصیبت آتی تو وہ اس کا الزام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہی دھر دیتے اور کہتے هٰذَا مِنْ عِنْدِكَ (النساء آیت ۷۹) یعنی اے محمدؐ یہ تیری غلط پالیسی کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اِن اور اِن جیسے تمام دوسرے اعتراضوں کا تفصیل سے جواب دیا ہے اور پھر مومنوں کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ منافقوں کی اِن باتوں پر کان نہ دھریں اور اِن چھپے ہوئے کافروں سے اعراض کریں اور توکل اللہ پر ہی رکھیں کیونکہ وہی کارساز ہے۔ چنانچہ ایک عملی منافقوں کے سوا اعتقادی منافقوں کی اِن دل آزار باتوں کا مسلمانوں پر کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا بلکہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے جذبۂ عشق و محبت میں اَور بھی زیادہ ترقی کرتے چلے گئے۔ دوسرا فائدہ منافقوں کی اِن فتنہ انگیزیوں کا یہ ہوا کہ طیّب وخبیث میں امتیاز ظاہر ہونے سے ہیروں میں سے سنگریزے اور موتیوں میں سے گھونگھے جو پہلے باہم ملے ہوئے تھے الگ الگ نظر آنے لگے اور عام لوگوں کے لئے بھی درخشندہ ہیروں اور آبدار موتیوں کے بالمقابل اِن سنگریزوں اور گھونگھوں کو شناخت کرنا نسبتاً آسان ہو گیا۔

مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی نیّت سے ایک اَور حربہ جو منافقوں نے استعمال کیا وہ اس قدر گھناؤنا اور مکروہ حربہ تھا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کی ازواجِ مطہرات، دیگر افرادِ خاندان اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے انتہائی اذیت ناک ثابت ہوا۔ اور آج بھی اس کا تصور کر کے مسلمان قلبی تکلیف محسوس کئے اور منافقین کی ان قبیح حرکات کے خلاف نفرت و حقارت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے وہ انتہائی قابلِ نفرین حربہ جس میں منافقین کو خود اپنی روسیاہی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا یہ تھا کہ انہوں نے خبثِ باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازواجِ مطہرات کے خلاف ناپاک الزامات لگانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے الزام کی قرآنِ مجید میں خود تردید فرما کر اور اسے بہتانِ عظیم قرار دے کر ان مقدس و مطہر وجودوں کی بریّت نیز ان کے تقدس و طہارت اور انتہائی اعلیٰ درجہ کی پاکدامنی کا خود اعلان فرمایا اور منافقوں کے حق میں دونوں جہانوں کی لعنت اور دردناک عذاب کی وعید نازل فرمائی۔

اِن ناپاک الزامات میں حضرت زینبؓ بنت جحش کے ساتھ (جنہیں حضرت زیدؓ بن حارث نے طلاق دے دی تھی) خدائی حکم کے ماتحت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شادی، واقعہ افک جس میں منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی، اور حضرت ماریہ قبطیہؓ پر تہمت لگائے جانے کے واقعات شامل ہیں۔ کتبِ تواریخ وسیر میں ان واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب اور سورۂ نور میں ان اتہامات کی پُر زور تردید فرما کر انہیں بہتانِ عظیم قرار دیا اور اتہام لگانے والے منافقین کے بارہ میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النور آیات ۲۴-۲۵)

یعنی وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر الزام لگاتے ہیں جو (شریروں کی شرارت سے) بے خبر ہوتی ہیں اور ایماندار ہیں اُن لوگوں پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کی جائے گی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا۔ اُس دن جبکہ ان کی زبانیں بھی اور ان کے ہاتھ بھی اور ان کے پاؤں بھی ان کی کرتوتوں کے بارہ میں جو وہ کرتے تھے، ان کے خلاف گواہی دینگے۔

"منافقین کے اٹھائے ہوئے اِن فتنوں میں صرف پاک دامن اور نہایت درجہ متقی و پرہیزگار عورتوں کی عصمت پر ہی حملہ کرنا مقصود نہ تھا بلکہ بڑی غرض بالواسطہ مقدس بانیٔ اسلام کی عزّت کو برباد کرنا اور اسلامی سوسائٹی پر ایک خطرناک زلزلہ وارد کرکے ان کے درمیان تشتت و افتراق کا بیج بونا تھا خدا تعالےٰ نے خود منافقین کی پردہ دری کرکے اُن کے منصوبوں اور خود ان کی عزّت اور ننگ و ناموس کو خاک میں ملا دیا۔ اس میں شک نہیں منافقوں کے اٹھائے ہوئے یہ فتنے مسلمانوں کے لئے ایک ابتلائے عظیم اور زلزلہ شدید سے کم نہ تھے لیکن جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے سورۂ نور کی آیت ۱۲ میں فرمایا ہے۔ ان کے پیچھے خدا کی ایک بہت بڑی رحمت بھی پوشیدہ تھی اور وہ یہ کہ ان کی وجہ سے دنیا کو ہمیشہ کے واسطے اللہ تعالےٰ کی طرف سے لوگوں کی عزّت و آبرو، سوسائٹی کے امن وامان، اور ملّت کے اخلاق کی حفاظت کا ایک بے نظیر اصولی قانون ملا جو سورۂ نور میں اِن فتنوں کے ذکر کے بعد بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے اور جو آئندہ پیدا ہونے والے منافقوں کے ایسے حربوں کی ناکامی اور سدِّباب کی ایک حتمی ضمانت کا درجہ رکھتا ہے۔"

(بحوالہ سیرت خاتم النبیین حصہ دوم)

منافقین اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں کی طاقت کا سرچشمہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کے بعد محبت و اخوت کا وہ بے نظیر جذبہ ہے جو آپ نے پیروؤں میں پیدا کر دکھایا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے سلسلہ میں وہ اپنی فتنہ انگیزیوں کی تیسری اور چوتھی شق کے بموجب ایک طرف انصار اور مہاجرین کو باہم لڑانے اور دوسری طرف اوس اور خزرج کی پرانی دشمنی کو

ابھار کر انہیں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار کرانے کی کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ ان کا منتہائے مقصود یہی تھا کہ فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا کی خوشگوار کیفیت ختم ہو کر عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ کی ناگوار کیفیت پھر عود کر آئے تاکہ کفارِ مکہ مسلمانوں پر غالب آکر اسلام کو بآسانی مٹا سکیں۔

جہاں تک مہاجرین اور انصار کو آپس میں لڑوانے کے سلسلہ میں منافقین کی ریشہ دوانیوں کا سوال ہے اس کی ایک مثال وہ عظیم فتنہ ہے جو غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے سفر کے دوران عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے برپا کیا اور جو خود ان کی اپنی رسوائی پر منتج ہوا۔ حضرت عمرؓ کے نوکر اور ایک انصاری کے نوکر کے درمیان ایک معمولی سی بات پر جھگڑا ہوا۔ دونوں آپس میں لڑ پڑے۔ لوگوں نے موقعہ پر پہنچ کر معاملہ رفع دفع کرا دیا۔ لیکن عبداللہ بن ابی بن سلول نے جو ایسے مواقع کی تلاش میں رہتا تھا اس چھوٹے سے واقعہ کو مہاجرین و انصار کی باہمی چپقلش کا رنگ دے کر اندر ہی اندر مہاجرین کے خلاف پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ان شرارتوں کا سورۃ المنافقون میں ذکر کیا ہے انہوں نے انصار کو یہاں تک بھڑکایا کہ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا (المنافقون آیت ۸) یعنی اے انصار تم نے خود ہی تو مہاجرین کو سر پر چڑھایا ہوا ہے اب چکھو مزہ انہیں سر چڑھانے کا۔ اگر تم لوگ مہاجرین کی مدد کرنے سے باز آجاؤ تو یہ آپ تنگ آکر مدینہ سے بھاگ جائیں گے۔ عبداللہ بن ابی کو اس وقت اپنی افتراق انگیز سرگرمیوں کا اتنا یقین تھا کہ اس نے دریدہ دہنی سے کام لیتے ہوئے یہ دعوےٰ بھی کر ڈالا کہ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (المنافقون آیت ۹) یعنی اب دیکھنا کہ مدینہ میں واپس جا کر سب سے عزت والا شخص ذلیل ترین شخص کو اپنے شہر سے نکال باہر کرتا ہے یا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس کی اس تعلی کو قرآن مجید میں محفوظ کر کے ابد الآباد تک کے لئے اس کے واسطے لعنت کا سامان کر دیا اور ساتھ ہی خاص انہی دنوں میں اس کی عبرت انگیز تذلیل کا وہ سامان کیا کہ کسی انسان کی اس سے بڑھ کر بے عزتی تصور میں نہیں آسکتی۔ اس کی یہ تعلی سنکر مسلمان جوشِ غیرت سے بھر گئے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف کوئی سخت اقدام کرنے سے منع فرما دیا۔ البتہ جب لشکر مدینہ کے قریب پہنچا تو عبداللہ بن ابی کا اپنا لڑکا جو بہت مخلص اور فدائی مسلمان تھا اس سے نہ رہا گیا۔ وہ اپنے باپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور اس سے کہا جب تک تو یہ اقرار نہیں کرے گا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کے معزز ترین انسان ہیں اور یہ کہ تو خود مدینہ کا ذلیل ترین شخص ہے۔ میں اس وقت تک تجھے مدینہ میں داخل نہ ہونے دونگا۔ جوشِ غیرت میں بیٹے نے یہ

بات اس قدر زور دے کر کہی کہ عبداللہ بن ابی یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ جب اس نے بلند آواز سے یہ کہا کہ "محمدؐ مدینے کے معزز ترین انسان ہیں اور میں مدینے کا ذلیل ترین شخص ہوں" تب بیٹے نے اس کا راستہ چھوڑا اور وہ انتہائی ذلت کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا۔

الغرض منافقوں نے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنے اور ان میں مالی و جانی قربانی کی روح کو کچل کر انہیں اپنی طرف سے بے دست و پا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن مسلمانوں کے جذبۂ ایمان اور دینی غیرت کے شاندار مظاہرے کے باعث ہر بار خائب و خاسر ہو کر ناکامی و نامرادی اور ذلت و رسوائی سے دوچار ہوتے رہے۔ وہ بعض عارضی مشکلات پیدا کرنے کے سوا اسلام اور مسلمانوں کا بال بھی بیکا نہ کر سکے

"منافقین مدینہ کی مٹی میں نہ جانے کس فتنۂ عظمیٰ کا خمیر تھا کہ کوئی واقعہ بھی ان کی آنکھیں نہ کھولتا تھا۔ بلکہ ہر ناکامی ان کی شر انگیزی اور فتنہ پردازی کو اور بھی زیادہ کر دیتی تھی۔ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر ان کی فتنہ انگیزی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اس میں ناکامی کے بعد ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ کے شکست کھانے اور ان کے کیفر کردار کو پہنچنے کے بعد اکثر عملی منافقین توبہ کر کے حقیقی مومنوں میں شامل ہوئے۔ البتہ عبداللہ بن ابی اور منافقین کے دوسرے سرغنے جو فتنوں کے اصل بانی مبانی تھے۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (التوبہ آیت ۸۵) کی رو سے اپنی ناکامی و نامرادی پر آنسو بہاتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کامیاب و بامراد دیکھ کر حضورؐ کی زندگی میں ہی کفر و نفاق کی حالت میں اس جہان سے چل بسے۔"

(بحوالہ سیرت خاتم النبیین حصہ دوم)

اسلام کے دورِ اول میں منافقوں نے جو مختلف النوع فتنے برپا کئے ان کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس لئے محفوظ کر دیا کہ تا بعد کے زمانوں میں آنے والے لوگ منافقوں کے فتنوں اور ان کی چالوں سے آگاہ ہو کر اپنے ایمانوں کی حفاظت کر سکیں کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ منافقین شروع ہی سے ایک ہی طرح کے فتنے برپا کرتے چلے آرہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے چلے جائیں گے۔ بالخصوص جماعت احمدیہ کے افراد کے لئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک عظیم الشان مامور کو مبعوث فرما کر از سر نو زندہ ایمان عطا کیا ہے اور پھر اس ایمان کی حفاظت کے لئے خلافت کا آسمانی نظام قائم فرمایا ہے ان فتنوں سے آگاہ ہونا از بس ضروری ہے۔ اس مضمون کو سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک نہایت اہم ارشاد پر ختم کیا جاتا ہے جس میں حضور رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں:۔

"منظم جماعتوں میں منافقوں کا گروہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ جب تنظیم نہ ہو تو منافقت کرنے

کی ضرورت کم ہوتی ہے ... جماعت احمدیہ چونکہ ایک منظم جماعت ہے اُسے اِس خطرہ کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے۔ منافقوں کا وجود اِس میں پایا جانا اُس کی کمزوری کی علامت نہیں بلکہ اس کی تنظیم کا ثبوت ہے۔ ہاں ضرورت اِس امر کی ہے کہ وہ منافقوں کی چالوں کو جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں سمجھے اور انہیں مدِّ نظر رکھ کر منافقوں کو پہچانے اور ان سے وہی معاملہ کرے جو قرآن کریم نے تجویز کیا ہے۔ اور ان ہتھکنڈوں میں نہ آئے کہ وہ شیطان کی طرح خیر خواہ بن کر ہی حملے کیا کرتے ہیں۔" (تفسیر کبیر جلد اوّل جز اول ص۱۶۹)

منافق کون ہے؟

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

" یاد رکھو منافق وہی نہیں جو اللہ تعالیٰ سے عہد نہیں کرتا یا زبان سے اخلاص ظاہر کرتا ہے مگر دل میں اس کے کفر ہے۔ بلکہ وہ بھی منافق ہے جس کی فطرت میں دورنگی ہے۔ اگرچہ وہ اس کے اختیار میں نہ ہو ...... جب انسان جرأت اور دلیری سے زبان کھولتا ہے تو وہ بھی منافق ہوتا ہے۔ دین کی ہتک ہوتی سنے اور وہاں کی مجلس نہ نہ چھوڑے یا ان کو جواب نہ دے۔ تب بھی منافق ہوتا ہے۔ اگر مومن کی سی غیرت اور استقامت نہ ہو تب بھی منافق ہوتا ہے۔ جب تک انسان ہر حال میں خدا کو یاد نہ کرے تب تک نفاق سے خالی نہ ہوگا۔ اور یہ حالت تم کو بذریعہ دعا حاصل ہوگی ہمیشہ دعا کرو کہ خدا تعالیٰ اس سے بچاوے۔ جو انسان داخل سلسلہ ہو کر پھر بھی دورنگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس سلسلہ سے دور رہتا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے منافقوں کی اسفل السافلین رکھی ہے کیونکہ ان میں دورنگی ہوتی ہے اور کافروں میں یکرنگی ہوتی ہے۔"

(البدر ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء)

--- کلمات طیّبات حضرتِ مسیح موعود علیہ السّلام ---

خدا تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کا طریق

انسان زبانی اقرار کے ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ بھی بجا لائے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اقرار کے ساتھ ساتھ عمل کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"انسان سمجھتا ہے کہ نرا زبان سے کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے یا نرا استغفر اللہ کہہ دینا ہی کافی ہے۔ مگر یاد رکھو زبانی لاف وگزاف کافی نہیں۔ خواہ انسان زبان سے ہزار مرتبہ استغفر اللہ کہے یا سو مرتبہ تسبیح پڑھے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ خدا نے انسان کو انسان بنایا ہے طوطا نہیں۔ طوطا کا کام ہے کہ وہ زبان سے تکرار کرتا رہے اور سمجھے خاک بھی نہیں۔ انسان کا کام تو یہ ہے کہ جو کچھ منہ سے کہتا ہے اس کو سوچ کر کہے اور پھر اس کے مطابق عمل درآمد بھی کرے۔ لیکن اگر طوطا کی طرح بولتا جاتا ہے تو یاد رکھو نری زبان سے کوئی برکت نہیں ہے جب تک دل سے اس کے ساتھ نہ ہو اور اس کے موافق اعمال نہ ہوں وہ نری باتیں سمجھی جائیں گی جن میں کوئی خوبی اور برکت نہیں کیونکہ وہ نرا قول ہے خواہ قرآن شریف اور استغفار ہی کیوں نہ پڑھتا ہو۔ خدا تعالیٰ اعمال چاہتا ہے اس نئے بار بار یہی حکم دیا۔ کہ اعمال صالحہ کرو۔ جب تک یہ نہ ہو خدا کے نزدیک نہیں جا سکتے۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ آج ہم نے دن بھر میں قرآن کریم ختم کر لیا ہے۔ لیکن اگر کوئی ان سے پوچھے کہ اس سے کیا فائدہ ہوا۔ نری زبان سے تم نے کام لیا مگر باقی اعضاء کو بالکل چھوڑ دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اعضاء اس لئے بنائے ہیں کہ ان سے کام لیا جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ کیونکہ کی تلاوت محض

قول ہی قول ہوتا ہے اور اس پر عمل نہیں ہوتا۔
جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے موافق اپنا چال چلن نہیں بناتا ہے وہ ہنسی کرتا ہے کیونکہ پڑھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کا منشاء نہیں۔ وہ تو عمل چاہتا ہے۔ اگر کوئی ہر روز تعزیراتِ ہند کی تلاوت تو کرتا رہے مگر ان قوانین کی پابندی نہ کرے بلکہ ان جرائم کو کرتا رہے اور رشوت وغیرہ لیتا رہے تو ایسا شخص جس وقت پکڑا جاوے گا تو کیا اس کا یہ عذر قابلِ سماعت ہوگا کہ میں ہر روز تعزیرات کو پڑھا کرتا ہوں یا اس کو زیادہ سزا ملے گی کہ تو نے باوجود علم کے پھر جرم کیا ہے۔ اس لئے ایک سال کی بجائے چار سال کی سزا ہونی چاہیئے۔
غرض نری باتیں کام نہ آئیں گی۔ پس چاہیئے کہ انسان پہلے اپنے آپ کو دکھ پہنچائے تا خدا تعالیٰ کو راضی کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر بڑھا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا اس لئے جو وعدہ فرمایا ہے کہ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ یہ بالکل سچ ہے عام طور پر بھی یہی قاعدہ ہے کہ جو چیز نفع رساں ہو اس کو کوئی ضائع نہیں کرتا یہاں تک کہ کوئی گھوڑا، بیل یا گائے بکری اگر مفید ہو اور اس سے فائدہ پہنچتا ہو کون ہے جو اس کو ذبح کر ڈالے لیکن جب وہ ناکارہ ہو جاتا ہے اور کسی کام نہیں آسکتا تو پھر اس کا آخری علاج یہی ذبح ہے اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اگر اور نہیں تو دو چار روپیہ کو کھال ہی بک جاوے گی اور گوشت بھی کام آجانے گا۔ اسی طرح پر جب انسان خدا تعالیٰ کی نظر میں کسی کام کا نہیں رہتا اور اس کے وجود سے کوئی فائدہ دوسرے لوگوں کو نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ خس کم جہاں پاک کے موافق اس کو ہلاک کر دیتا ہے غرض یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ نری لاف وگزاف اور زبانی قیل وقال کوئی فائدہ اور اثر نہیں رکھتی جب تک کہ اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ اور ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء سے نیک عمل نہ کئے جاویں جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف بھیجکر صحابہؓ سے خدمت لی۔ کیا انہوں نے صرف اسی قدر کافی سمجھا تھا کہ قرآن کو زبان سے پڑھ لیا یا اس پر عمل کرنا ضروری سمجھا تھا انہوں نے اطاعت اور وفاداری دکھائی کہ بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے اور پھر انہوں نے جو کچھ پایا اور خدا تعالیٰ نے ان کی جس قدر قدر کی وہ پوشیدہ بات نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل اور فیضان کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو کچھ کر کے دکھاؤ ورنہ نکمی شے کی طرح تم پھینک دیئے جاؤ گے۔ کوئی آدمی اپنے گھر کی اچھی چیزوں اور سونے چاندی کو باہر نہیں پھینک

دیتا بلکہ ان اشیاء کو اور تمام کار آمد اور قیمتی چیزوں کو سنبھال سنبھال کر رکھتے ہو۔ لیکن اگر گھر میں کوئی چوہا مرا ہوا دکھائی دے تو اس کو سب سے پہلے باہر پھینک دو گے۔ اسی طرح پر خدا تعالےٰ اپنے نیک بندوں کو ہمیشہ عزیز رکھتا ہے۔ ان کی عمر دراز کرتا ہے اور ان کے کاروبار میں ایک برکت رکھ دیتا ہے وہ ان کو ضائع نہیں کرتا اور بے عزتی کی موت نہیں مارتا۔ لیکن جو خدا تعالےٰ کی ہدایتوں کی بے حرمتی کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو تباہ کر دیتا ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ خدا تعالےٰ تمہاری قدر کرے۔ تو اس کے واسطے ضروری ہے کہ تم نیک بن جاؤ تا خدا تعالےٰ کے نزدیک قابلِ قدر ٹھہرو۔ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ ان میں اور ان کے غیروں کے درمیان ایک فرقان رکھ دیتا ہے۔ یہی راز انسان کے برکت پانے کا ہے کہ وہ بدیوں سے بچتا رہے۔ ایسا شخص جہاں رہے وہ قابلِ قدر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے نیکی پہنچتی ہے۔ وہ غریبوں سے سلوک کرتا ہے۔ ہمسائیوں پر رحم کرتا ہے۔ شرارت نہیں کرتا۔ جھوٹے مقدمات نہیں بناتا۔ جھوٹی گواہیاں نہیں دیتا بلکہ دل کو پاک کرتا ہے اور خدا کی طرف مشغول ہوتا ہے اور خدا کا ولی کہلاتا ہے۔" (الحکم مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۴ء)

"یاد رکھو نری بیعت سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ اس رسم سے راضی نہیں ہوتا جب تک کہ حقیقی بیعت کے مفہوم کو ادا نہ کرے۔ اس وقت تک یہ بیعت بیعت نہیں نری رسم ہے اس لئے ضروری ہے کہ بیعت کے حقیقی منشاء کو پورا کرنے کی کوشش کرو یعنی تقوےٰ اختیار کرو۔ قرآن شریف کو خوب غور سے پڑھو اور اس پر تدبر کرو اور پھر عمل کرو کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ نرے اقوال اور باتوں سے کبھی خوش نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی جاوے اور اس کے نواہی سے بچتے رہو۔ اور یہ ایک ایسی صاف بات ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بھی نری باتوں سے خوش نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی خدمت ہی سے خوش ہوتا ہے۔ سچے مسلمان اور جھوٹے مسلمان میں یہی فرق ہوتا ہے کہ جھوٹا مسلمان باتیں بناتا ہے کرتا کچھ نہیں اور اس کے مقابلہ میں حقیقی مسلمان عمل کر کے دکھاتا ہے باتیں نہیں بناتا۔ پس جب اللہ تعالےٰ دیکھتا ہے کہ میرا بندہ میرے لئے عبادت کر رہا ہے اور میرے لئے میری مخلوق پر شفقت کر رہا ہے تو اس وقت اپنے فرشتے اس پر نازل کرتا ہے اور سچے اور جھوٹے مسلمان میں جیسا کہ اس کا وعدہ ہے فرقان رکھ دیتا ہے۔" (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۴ء)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَ اَیْنَ یَکُوْنُ لِلْقُرْاٰنِ مِثْلٌ

اور کوئی دوسری چیز قرآن کریم کی مثال کیونکر ہو۔

وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْقُرْاٰنُ فَیْضاً　　خَفِیْرٌ جَالِبٌ نَحْوَ الْجِنَانِ
اور تو کیا جانتا ہے کہ قرآن کریم فیض کے لحاظ سے کیا چیز ہے وہ ایک راہبر ہے جو بہشت کی طرف لے جاتا ہے۔

لَهٗ نُوْرَانِ نُوْرٌ مِّنْ عُلُوْمٍ　　وَ نُوْرٌ مِّنْ بَیَانٍ کَالْجُمَانِ
اس میں دو نور ہیں، ایک تو علوم کا نور ہے اور دوسرے فصاحت و بلاغت کا نور ہے جو چاندی کے دانوں کی طرح چمکتا ہے

کَلَامٌ فَائِقٌ مَا رَاقَ طَرْفِیْ　　جَمَالٌ بَعْدَهٗ وَ النَّیِّرَانِ
وہ ایک ایسا کلام ہے جو ہر کلام پر فوقیت لے گیا ہے، اسکے بعد مجھے کوئی جمال اچھا معلوم نہ ہوا اور نہ ہی آفتاب و قمر مجھے اچھے دکھائی دیئے

اَیَاةُ الشَّمْسِ عِنْدَ سَنَاهُ دَخْنٌ　　وَمَا لِلَّعْلِ وَ السِّبْتِ الْیَمَانِیْ
آفتاب کی روشنی اس کی چمک کے آگے ایک دھواں سا ہے　　اور لعل سے یمن کے ساخت کے چمڑے کو نسبت ہی کیا ہے

وَ اَیْنَ یَکُوْنُ لِلْقُرْاٰنِ مِثْلٌ　　وَ لَیْسَ لَهٗ بِهٰذَا الْفَضْلِ ثَانِیْ
اور کوئی دوسری چیز قرآن کریم کی مثال کیونکر ہو۔　　کیونکہ وہ اپنے ان فضائل میں بے مثل ہے۔

وَجَاءَتْ بَعْدَ مَا خَرَّتْ خِیَامٌ　　وَ خُرِّبَتِ الْبُیُوْتُ مَعَ الْمَبَانِیْ
اور وہ اس وقت آئی جبکہ سب پہلے خیمے منہ کے بل گر چکے تھے اور تمام گھر مع بنیادوں کے خراب ہو چکے تھے۔

مَحَتْ کُلَّ الطَّرَائِقِ غَیْرَ بِرٍّ
اس نے سوائے نیکی کے ہر راہ کو معدوم کر دیا۔

وَ جَذَّتْ رَاْسَ بِدْعَاتِ الزَّمَانِ
اور زمانہ کی تمام بدعات کے سر کاٹ دیئے

(نور الحق)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مخزنِ رازہائے ربّانی

خداوند کے اسرار کا خزانہ

نورِ فرقاں نہ تافت است چناں
قرآن کا نور ایسا نہیں چمکا۔
کو بماند نہاں زِ دیدہ وراں
کہ دیکھنے والوں کی نظر سے مخفی رہ سکے

آں چراغِ ہدیٰ است دُنیا را
وہ تو تمام دنیا کے لئے ہدایت کا چراغ ہے
رہبر و راہنما است دُنیا را
اور جہاں بھر کے لئے رہبر و رہنما

رحمتے از خدا است دُنیا را
وہ خدا کی طرف سے دنیا کے لئے ایک رحمت ہے،
نعمتے از سما است دُنیا را
اور آسمان سے اہلِ جہاں کے لئے ایک نعمت

مخزنِ رازہائے ربّانی
وہ خداوند کے اسرار کا خزانہ ہے
از خدا آلۂ خدا دانی
اور خدا کی طرف سے خداشناسی کا آلہ

برتر از پایۂ بشر بجمال
وہ اپنے کمالات میں انسان کی لیاقت سے بالاتر ہے
دستگیرِ قیاس و استدلال
بغیر قیاس اور استدلال کی دستگیری کرتا ہے

کارسازِ اتم بعلم و عمل
وہ علم و عمل میں ہمارے لئے کامل کارساز ہے
حجتش اعظم و اثر اکمل
اس کی دلیل پختہ اور اس کا اثر نہایت دیرپا ہے

ہر کہ بر عظمتش نظر بکشاد
جو اس کی عظمت کو دیکھ لیتا ہے
بے توقف خدالیش آمد یاد
اسے فوراً خدا یاد آجاتا ہے

وانکہ از کبر و کیں ندید آں نور
اور جو تکبر اور دشمنی سے اس روشنی کو نہیں دیکھتا۔
کور ماند و زِ نورِ حق مہجور
وہ اندھا اور خدا کے نور سے دور رہتا ہے

(براہینِ احمدیہ)

محبّتِ الٰہی پیدا کرنے کا ایک طریق

یہ ناممکن ہے کہ تم محسن بنو اور خدا تعالےٰ تم سے محبّت نہ کرے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ محبتِ الٰہی پیدا کرنے کے ذرائع بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:-

"مخلوقِ الٰہی کی خیر خواہی اور اس سے محبّت کرنے سے بھی اللہ تعالےٰ کی محبّت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ وہ طریق ہے جس میں انسان خدا تعالےٰ کو ایک رنگ میں مجبور کرتا ہے کہ میرے دل میں اپنی محبت ڈال۔ جیسے تم خدمت اور محبّت سے دوسرے کے دل میں محبت پیدا کر دیتے ہو۔ تم ریل میں سفر کرتے ہو کمرہ میں سخت بھیڑ ہوتی ہے تمہارے لئے بیٹھنے کو کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ ایک شخص گلا پھاڑ پھاڑ کر کہہ رہا ہوتا ہے کہ کمبخت یہ ریل ہے یا ڈربہ۔ جو آتا ہے اسی ڈبہ میں آتا ہے۔ اس وقت اگر تم ایک کیلا نکال کر اسی شخص کے بچہ کو دے دو تو اسی وقت اس کا غصہ جاتا رہے گا اور وہ کہے گا تشریف رکھیئے اور پھر وہ تم سے محبّت کے ساتھ باتیں کرنے لگ جائے گا تو اللہ تعالےٰ کی محبّت حاصل کرنے کے لئے مخلوقِ الٰہی سے اگر نیک سلوک کرو تو اللہ میاں، تم سے آپ کہیں گے کہ آؤ میاں میرے پاس بیٹھو۔ اصلی صوفیا نے اسی کا نام عشقِ مجازی رکھا تھا۔ لیکن جھوٹے صوفیاء نے افراد کی محبت اور ان سے عشق کا نام عشقِ مجازی رکھ لیا۔ حالانکہ جب صوفیاء نے یہ کہا تھا کہ عشقِ حقیقی پیدا کرنے کے لئے عشقِ مجازی ضروری ہے تو ان کا مطلب صرف یہ تھا کہ بندوں کی حقیقی محبّت کے بغیر اللہ تعالےٰ کی محبّت حاصل نہیں ہو سکتی نہ یہ کہ کسی حسین لڑکے یا حسین عورت سے جب تک محبّت نہ کی جائے۔ اللہ تعالےٰ بھی انسان سے محبت نہیں کر سکتا۔ یہ ایک نہایت ہی اعلےٰ درجہ کا نکتہ تھا جسے گندی شکل دیکر

جاہلوں اور اوباشوں نے دین کی ہتک کی اور اپنی ہوس رانی کی راہ نکال لی۔ درحقیقت یہ محبت بسیط ہے۔ یعنی کسی خاص شخص کی محبت نہیں بلکہ بنی نوع انسان بلکہ مخلوقات کا تصور کر کے یہ خیال کرنا کہ یہ میرے خدا کے پیارے ہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ تو نہیں ملتا چلو میں ان سے محبت کروں اس محبت کا سرچشمہ ہے۔ ایسی محبت کرتے کرتے یکدم محبت الٰہی شعلہ مار کر تیز ہو جاتی ہے۔

پس بے شک یہ درست ہے کہ عشقِ مجازی کے بغیر عشقِ حقیقی پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن عشقِ مجازی کے صرف اس قدر معنے ہیں کہ جب تک انسان بنی نوع انسان کی محبت اور ان کے لئے قربانی اور ایثار کا مادہ اپنے اندر پیدا نہیں کرتا۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ اس سے محبت نہیں کر سکتا۔ اس لئے صوفیاء نے کہا ہے کہ بنی نوع انسان خدا کے عیال ہیں جس طرح تمہیں اپنے بچوں سے محبت ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کو بھی اپنی مخلوق سے محبت ہے۔ پس مخلوق سے محبت کر کے خدا کی محبت بھی پیدا ہوتی ہے اور خدا کی محبت سے مخلوق کی محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ جب بارش نازل ہوتی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم صحن میں تشریف لاتے اور اپنی زبان نکال کر اس پر بادل کا قطرہ لیتے اور فرماتے یہ میرے رب کی طرف سے تازہ نعمت آئی ہے (اس موقعہ پر حضور نے اپنی زبان باہر نکالی اور فرمایا اس طرح پھر فرمایا) میرے زبان نکالنے پر ممکن ہے تم میں سے بعض یہ خیال کرتے ہوں کہ میں نے تہذیب کے خلاف حرکت کی ہے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان نکالی تھی تو اس وقت بھی بعض ایسے ہی خیالات رکھنے والے لوگ کہتے ہوں گے کہ یہ کیسی تہذیب کے خلاف بات ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اعتراضات کی پروا نہیں کی اور فرمایا میرے رب کی طرف سے یہ تازہ نعمت آئی ہے۔ میں کیوں نہ اسے اپنی زبان پر لے لوں۔ اس وقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بادل کا قطرہ اپنی زبان پر نہیں لیا بلکہ درحقیقت خدا کی نعمت لی۔ اور میں نے بھی اپنی زبان نکال کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ایک فعل کیا ہے تاکہ تمہیں یہ احساس ہو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی کس طرح قدر کیا کرتے تھے۔ اسی مفہوم پر وہ آیت دلالت کرتی ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتی ہے کہ

لعلك باخعٌ نفسك الّا يكونوا مومنين (شعراء ع ۱)

اے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا تو اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر لے گا کہ میرے یہ بندے ایمان نہیں لائے۔ گویا خیال کرکے کہ یہ مجھ سے دور ہیں۔ اور میرے لئے ناخوشی کا موجب ہیں تو آپ مرا جا رہا ہے۔ اس طرح سے بین السطور اس آیت کا یہ ہے کہ جب تو میری مخلوق کے غم میں مرا جا رہا ہے تو میں تجھ سے پیار کیوں نہ کروں۔ دنیا میں اور لوگ بھی لوگوں کے مومن نہ ہونے پر غم کرتے ہیں مگر ان کا غم ان کے ہدایت نہ پاتے پر نہیں ہوتا بلکہ اپنی بات کی ناکامی پر ہوتا ہے اور دونوں غموں میں بڑا بھاری فرق ہے۔ ایک میں غصہ ہوتا ہے اور ایک میں رنج۔

پھر جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں حدیث قدسی میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ بعض بندوں سے کہے گا کہ جب میں بھوکا تھا تو تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ جب میں پیاسا تھا تو تم نے مجھے پانی پلایا اور جب میں بیمار تھا تو تم نے میری عیادت کی۔ بندے کہیں گے کہ خدایا تو کب بھوکا ہوا کہ ہم تجھے کھانا کھلاتے۔ تو کب پیاسا ہوا کہ ہم تجھے پانی پلاتے تو کب ننگا ہوا کہ ہم تجھے کپڑے پہناتے تو کب بیمار ہوا کہ ہم تیری عیادت کرتے۔ تب اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ میرے کچھ بندے دنیا میں ایسے تھے جو بھوکے اور پیاسے اور ننگے اور بیمار تھے اور تم نے ان کی خدمت کی۔ پس گو تم نے میرے بندوں کے ساتھ یہ سلوک کیا مگر یہ ایسا ہی تھا کہ گویا تم نے مجھ سے یہ سلوک کیا ہے (مسلم جلد ۲ کتاب البر والصلۃ والآداب باب فضل عیادۃ المریض) اس مثال سے بھی ظاہر ہے کہ مخلوق کی محبت سے خالق کی محبت ملتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ سورۃ آل عمران میں فرماتا ہے۔ واللّٰہ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (آل عمران ع۱۴) جب کوئی شخص محسن ہو جاتا ہے اور بنی نوع انسان سے حسن سلوک کرنے لگ جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے جب تم کسی سے محبت کرنے لگو تو بتاؤ کہ کیا تمہارا دل چاہتا ہے کہ تم تو اس سے محبت کرو لیکن وہ تم سے محبت نہ کرے۔ جب تم کسی سے محبت کرو گے تو لازماً تمہارا دل چاہے گا کہ وہ بھی تم سے محبت کرے۔ لیکن دنیا میں تو یہ ہو سکتا ہے کہ تم زید سے محبت کرو اور زید تم سے محبت نہ کرے۔ تم ایک شخص کو چاہو اور وہ تمہیں نہ چاہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا ایک بات چاہے اور وہ نہ ہو۔ جب خدا کہتا ہے کہ جو شخص محسن

ہو جاتا ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ تو یہ ناممکن ہے کہ تم محسن بنو اور خدا تم سے محبت نہ کرے۔ اور اس کی محبت کے نتیجہ میں تمہارے دل میں بھی ضرور محبت پیدا ہوگی اور تم بھی اس سے محبت کرنے لگ جاؤ گے۔ یہ تو عام قاعدہ بھی ہے مگر خدا تعالیٰ کی تو یہ شان ہے کہ

اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰسٓ ع ۵)"

(تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ برموقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۵۲ء)

نئی زندگی پانے کا طریق

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

" دین حقیقی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کی جائے اور اس کی کامل فرمانبرداری کا ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کو اپنے نفسانی جذبات قربان کرنے پڑتے ہیں اور اپنے نفس پر ایک موت وارد کرنی پڑتی ہے ... اور جس وقت اللہ تعالیٰ کے لئے ایک انسان اپنے نفس پر موت وارد کر لیتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا کہتا ہے اے میرے بندے تو نے اپنے جذبات پر میرے لئے میری رضا کے حصول کے لئے ایک موت وارد کر لی ہے۔ میں تجھے ایک نئی زندگی دیتا ہوں۔ اب تو مجھ میں ہو کے بولے گا۔ مجھ میں ہو کے سنے گا۔ مجھ میں ہو کے اپنے ہاتھوں کو حرکت دیگا اور مجھ میں ہو کے تیرے پاؤں آگے قدم بڑھائیں گے وہ جس طرف بھی اٹھیں گے وہ میری ہی طرف ہوگی۔ کیونکہ نفس پر تو موت وارد ہو گئی ہے۔"

(الفضل ۱۴ ستمبر ۱۹۶۸ء)

دُنیا کے آئندہ پچیس تیس سال

"آرہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج" (حضرت مسیح موعودؑ)

مکرم اخوند فیاض احمد صاحب لاہور

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جولائی۔ اگست ۱۹۶۷ء میں دورۂ یورپ کے دوران، لنڈن کے وانڈز ورتھ ہال میں ایک عظیم الشان تقریر مندرجہ ذیل عنوان پر فرمائی تھی۔ "امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ" حضور نے اس تقریر میں مستقبل قریب میں آنے والے عظیم انقلابات اور تیسری عالمگیر جنگ کے متعلق اقوامِ عالم کو اِن الفاظ میں خبردار کیا ہے۔

"پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تیسری عالمگیر جنگ کی بھی خبر دی ہے جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہوگی۔ دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے کہ ہر شخص دم بخود رہ جائے گا۔ آسمان سے موت اور تباہی کی بارش ہوگی اور خوفناک شعلے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ نئی تہذیب کا قصرِ عظیم زمین پر آرہے گا۔ دونوں متحارب گروہ یعنی روس اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست، ہر دو تباہ ہوجائیں گے۔ ان کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گی۔ ان کی تہذیب و ثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ بچ رہنے والے حیرت اور استعجاب سے دم بخود اور ششدر رہ جائیں گے۔"

نیز فرمایا:

"شاید آپ اسے ایک افسانہ سمجھیں مگر وہ جو اس تیسری عالمگیر تباہی سے بچ نکلیں گے اور زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں اور اس قادر و توانا کی باتیں ہمیشہ پوری ہی ہوتی ہیں کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی۔"

حضور نے آنے والی ہولناک تباہیوں کو "اسلام کے غلبہ و اقتدار کی ابتداء" قرار دیا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"تیسری عالمگیر تباہی کی انتہاء اسلام کے عالمگیر غلبہ و اقتدار کی ابتداء ہوگی۔ اور اس کے بعد بڑی سرعت کے ساتھ اسلام ساری دنیا میں پھیلنا شروع ہوگا اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کرلیں گے۔ اور یہ جان لیں گے کہ صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور یہ کہ انسان کی نجات صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغام کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے"

اس انذار اور انتباہ کے ساتھ ہی حضور نے مخالفِ اسلام اقوام کی راہِ نجات کی طرف بھی راہنمائی فرمائی۔ حضور اس ضمن میں فرماتے ہیں:۔

"۔۔۔۔ اسلام کے غلبہ اور اسلامی صبح صادق کے طلوع کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں گو ابھی دھندلے ہیں، لیکن اب بھی ان کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اسلام کا سورج اپنی آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوگا اور دُنیا کو منوّر کرے گا۔ لیکن پہلے اس سے کہ یہ واقعہ ہو ضروری ہے کہ دنیا ایک اور عالمگیر تباہی میں سے گزرے۔ ایک ایسی خونی تباہی جو بنی نوع انسان کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گی۔ لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ یہ ایک انذاری پیشگوئی ہے اور انذاری پیشگوئیاں توبہ و استغفار سے التواء میں ڈالی جاسکتی ہیں بلکہ ٹل بھی سکتی ہیں۔ اگر انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے اور اپنے اطوار درست کرلے، وہ اب بھی خدائی غضب سے بچ سکتا ہے۔ اگر وہ دولت اور طاقت اور عظمت کے جھوٹے خداؤں کی پرستش چھوڑ دے اور اپنے رب سے حقیقی تعلق قائم کرے فسق و فجور سے باز آجائے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے لگے اور بنی نوع انسان کی سچی خیرخواہی اختیار کرنے لگے۔ مگر اس کا انحصار تو ان قوموں پر ہے جو اس وقت طاقت اور دولت اور قومی عظمت کے نشہ میں مست ہیں کہ آیا وہ اس مستی کو چھوڑ کر روحانی لذت اور سرور کے خواہاں ہیں یا نہیں! اگر دنیا نے دنیا کی مستیاں اور خرمستیاں نہ چھوڑیں تو پھر یہ انذاری پیشگوئیاں ضرور پوری ہونگی اور دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی مصنوعی خدا دنیا کو موعودہ ہولناک تباہیوں سے بچا نہ سکے گا۔ پس اپنے پر اور اپنی نسلوں پر رحم کریں اور خدائے رحیم و کریم کی آواز کو سنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور صداقت کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

حضور نے اپنی دوسری تقاریر اور خطبات میں مذکورہ بالا عظیم الشان انقلابات کے دنیا میں رونما ہونے کے لئے قریباً ۲۵-۳۰ سال میعاد کی پیشگوئی فرمائی ہے حضور ایک خطبہ میں فرماتے ہیں :-

"پچیس تیس سال جہاں ان (مخالفِ اسلام ناقل) اقوام کے لئے بڑے نازک ہیں ہمارے لئے بھی یہ سال بڑے نازک ہیں یہ زمانہ ہمارے لئے انتہائی نازک ہے اس لئے کہ اس زمانہ میں ہماری ترقی کے بہت سے دروازے کھل رہے ہیں اور کھلیں گے انشاء اللہ تعالیٰ"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

خدا تعالیٰ کے فرستادہ کی اس آواز کو بلند ہوئے دو برس گزرے تھے کہ دنیا کی آنکھیں کھلنی شروع ہوگئی ہیں چنانچہ ذیل میں مادی علوم وفنون کے محقق، نیز عالمی سیاست کے ماہرین کے بیانات درج کئے جاتے ہیں جو انہوں نے گزشتہ چند ماہ کے دوران دنیا کے موجودہ حالات اور ان کے ممکن نتائج کے بارہ میں دیئے ہیں:-

(۱) مشہور عالم خبر رساں ایجنسی "رائٹر" نے صدر امریکہ مسٹر نکسن کے مشیر شہری امور مسٹر موئی ہان (Moynihan) کی ایک تقریر کے بارہ میں خبر شائع کی۔ مسٹر موئی ہان نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو برسلز (بلجیم) میں شمالی اوقیانوس کی اسمبلی کے اراکین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ان کے نزدیک دنیا میں نوع انسانی کا ۱۹۸۰ء تک بقا کا پچاس فی صد سے بھی کم امکان رہ گیا ہے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ فضا میں زہر آمیزی، ناقص یا کم خوراک، بڑھتی ہوئی آبادی، نئی نئی خطرناک ایجادات اور تیز رفتار زندگی کے زبردست اثرات جدید سوسائٹی کے لئے بہت بڑا چیلنج ہیں۔

انہوں نے کہا کہ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد ایٹمی تباہی کے عالمگیر خطرہ کا امکان نظر آنے لگا تھا لیکن اب یوں لگتا ہے کہ انسانیت کا مہیب انجام عالمگیر ایٹمی تباہی کے ذریعہ ہی ہوگا۔

انہوں نے اس اندیشہ کا اعلان کیا کہ ۲۰۰۰ء تک فضا میں کاربن ڈائی اکسائڈ مختلف قسم کے ایندھن کے جلنے کی وجہ سے پچیس فی صد زیادہ ہو جائے گی۔ اس زیادتی کے نتیجہ میں فضا کا درجہ حرارت سات درجہ تک بڑھ سکتا ہے اور درجۂ حرارت کے بڑھنے سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف بہت زیادہ پگھلنے لگے گی جس سے سطح سمندر دس فٹ تک مزید بلند ہو سکتی ہے۔ دوسری طرف نئی نئی خطرناک ایجادات کے رجحان کے نتیجہ میں دنیا تیزی کے ساتھ تہذیبی اور حیاتیاتی خاتمہ کی طرف بڑھ رہی ہے۔

مسٹر موئی ہان نے آخر میں کہا:-

"اگر ہم لوگ آئندہ قریباً تیس سال کا عرصہ گزار لیں تو ہم ایک ایسے عظیم انقلاب میں سے گزر چکے

ہوں گے جس کے بعد امن وسلامتی کا ایک نیا دور شروع ہو گا۔ یہ دور بنی نوع انسان کے لئے بہت بابرکت ہو گا۔" (بحوالہ روزنامہ ڈان انگریزی ۲۳ ر اکتوبر ۱۹۶۹ء)

(۲) "رائیٹر" ہی کی اطلاع کے مطابق چند ماہ ہوئے ایک امریکی ماہر حیاتیات ڈاکٹر ڈبلیو۔ ای اینڈرسن (W. E. Anderson) نے یونیورسٹی آف ملایا۔ کوالالمپور، میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ دنیا میں آئندہ تیس سالوں کے دوران ایک بہت بڑا قحط پڑنے والا ہے اس قحط کے نتیجہ میں تیس کروڑ انسانوں کی موت کا اندیشہ ہے۔ (بحوالہ پاکستان ٹائمز ۲ ر نومبر ۱۹۶۹ء)

(۳) حال ہی میں مسٹر اوتھان سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ نے ایک تقریر میں اس امر پر زور دیا کہ دنیا میں تمام ممالک کے لئے اپنے تمام باشندوں کے بیرونی ماحول کے بارہ میں تفصیلات اور اعداد و شمار جمع کرنا بہت ضروری ہے تاکہ انسانی آبادی پر مختلف قسم کے ماحول کے اثرات کی پیش بینی کی جا سکے انہوں نے کہا۔

"دنیا کے سیاسی بحران جیسے بھی ہوں اور خواہ کتنا ہی لمبا عرصہ قائم رہیں۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی اکثر معاشی، معاشرتی اور مادی علامات آئندہ ہر پچیس سال کے بعد سو فیصدی بدل جاتی رہیں گی۔ دنیا میں پانی۔ ایندھن۔ معدنیات۔ ذرائع حمل ونقل کی ضروریات اور حرکت کے طریق بھی بدلتے جائیں گے۔ تیز تر سائنسی اور فنی انقلابات کے نتیجہ میں اقوام عالم قریب سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اور دنیا کے تمام ممالک کے مسائل ایک جیسے بنتے چلے جا رہے ہیں۔ تمام ممالک میں پیدا ہونے والے انقلابات کے مجموعی اثر کی وجہ سے یہ نہایت ضروری ہے کہ کرۂ ارض پر انسانی زندگی کے بقاء اور ارتقاء کی خاطر سب ممالک مل کر ہی مستقبل کے متعلق سوچیں اور مشورہ اور عمل کریں۔"

سیکرٹری جنرل نے زور دے کر کہا

"انسان اب یہ سمجھنے لگا ہے کہ اسے وقت کو ایسا پہچاننا چاہیئے کہ اس کے خیالات منصوبہ بندی اور افعال مستقبل کا دُور تک احاطہ کر سکیں۔ کیونکہ قبل ازیں کبھی حال کے فیصلوں پر مستقبل کا اتنا گہرا اور مکمل انحصار نہیں تھا۔۔۔۔۔ ہمارے کرّہ پر مستقبل کے فوائد اور مدارج زندگی کا بیج آج بویا جا رہا ہے بلکہ اس کی کونپلیں بھی نمودار ہونے لگی ہیں۔ لہذا یہ اشد ضروری ہے کہ دنیا کی نئی پود کو اپنی منصوبہ بندی میں پورا پورا شریک کیا جائے۔"

نئی پود کے بارے میں انہوں نے کہا۔

"میرے خیال میں اس کی موجودہ بے چینی اور ماضی کی بہت سی روایات سے بغاوت کی یہ وجہ بھی ہے کہ انسانیت کا بیرونی ماحول اور انسانیت کی اندرونی حالت دونو بگڑ چکے ہیں۔ شاید ہی کسی گزشتہ صدی والوں یا کسی گزشتہ نسل نے اتنی مشکلات کا سامنا کیا ہوگا جو آج درپیش ہیں۔" (بحوالہ پاکستان ٹائمز ۱۱ر مارچ ۱۹۷۰ء)

اوپر کے تینوں بیانات دنیا کی بلند پایہ شخصیتوں کے شدید غور و فکر اور تحقیقات اور وسیع مطالعہ کا حاصل ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان بیانات کے ذریعہ نیک نیتی کے ساتھ دنیا کو آئندہ خطرات سے متنبہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں سے پہلا بیان جو صدر امریکہ کے مشیر شہری امور کا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے "حرفِ انتباہ" کے دو سال بعد دنیا کے اخباروں میں شائع ہوا۔ اور آخریں) سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ کا بیان حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ ان تینوں بیانات میں آئندہ تیس سال یا پچیس سال کے عرصہ کو ایک نہایت نازک دور کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ اور پہلے بیان میں اس درمیانی انقلابی عرصہ کے گزر جانے کے بعد ایک نئے بابرکت دور کے آغاز کی نشان دہی کی گئی ہے

چونکہ اوپر کی تینوں ممتاز شخصیتیں ہنوز حقیقی روحانی بصیرت سے محروم ہیں۔ اس لئے ان کے غور و فکر کا دوڑ صرف ظاہری اور مادی عوامل اور ان کے ممکن نتائج، نیز ظاہری تخمینوں اور اندازوں تک ہی محدود ہے کاش وہ امام الزمان اور مہدیٔ دوراں علیہ السلام کے خلیفہ برحق کی اس آواز پر کان دھرتے جو چند سال قبل ہی عین عالم مغرب کے دل میں کھڑے ہو کر بلند کی گئی تھی، تو وہ یہ جان لیتے کہ آئندہ پچیس تیس سالوں میں جن تباہ کن انقلابات کا اندیشہ اب ان کو لاحق ہوا ہے، ان انقلابات کی اصل وجوہ کیا ہیں اور دنیا کو آنے والی تباہیوں سے بچانے کے حقیقی ذرائع کون سے ہیں۔

اب یہ عاجز سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ کے سامنے ان دنیوی لیڈروں کے بیانات یا ان کے بیانات کا مفہوم مختصراً لکھ کر یہ واضح کرے گا کہ جو اندازے ان دنیوی لیڈروں نے پیش کئے ہیں۔ ان کے مقابل نہ صرف ان سے پہلے ہی بلکہ مکمل اور جامع طور پر حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ (و متعنا بطول حیاتہ) نے دنیا کو آنے والی تباہیوں اور ان کے بچنے کے صحیح طریق سے آگاہ فرما دیا تھا۔

کلام حضرت خلیفۃ المسیح	کلام دیگراں
...تیسری عالمگیر جنگ ...... دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے سے	۔۔ فضا میں زہر آمیزی، ناقص یا کم خوراک، بڑھتی ہوئی آبادی، نئی نئی خطرناک ایجادات اور تیز رفتار

ٹکرائیں گے کہ ہر شخص دم بخود رہ جائے گا۔ آسمان سے موت اور تباہی کی بارش ہوگی۔ اور خوفناک شعلے اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ نئی تہذیب کا قصرِ عظیم زمین پر آ رہے گا۔ دونوں متحارب گروہ یعنی روس اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست ہر دو تباہ ہو جائیں گے۔ ان کی تہذیب و ثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔"

—• "تیسری عالمگیر تباہی کی انتہاء اسلام کے عالمگیر غلبہ اور اقتدار کی ابتداء ہوگی۔ اور لوگ... ... یہ جان لیں گے کہ صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور یہ کہ انسان کی نجات صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔"

—• "اسلام کے غلبہ اور اسلامی صبح صادق کے طلوع کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں گو ابھی دھندلے ہیں لیکن اب بھی ان کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔"

—• "اگر انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے اور اپنے اطوار درست کر لے، وہ اب بھی خدائی غضب سے بچ سکتا ہے۔ اگر وہ دولت اور طاقت اور عظمت کے جھوٹے خداؤں کی پرستش چھوڑ دے اور اپنے رب سے حقیقی تعلق قائم کرے۔ فسق و فجور سے باز آ جائے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے لگے اور بنی نوع انسان کی سچی خیرخواہی اختیار کر لے۔ مگر اس کا انحصار تو زندگی کے زبردست اثراتِ جدید سوسائٹی کے لئے بہت بڑا چیلنج ہیں..... دوسری عالمگیر جنگ کے بعد..... اب یوں لگتا ہے کہ انسانیت کا مہیب انجام عالمگیر ایٹمی تباہی کے ذریعہ ہی ہوگا۔"

(مسٹر مونی ہان)

—• "........ ہم ایک ایسے عظیم انقلاب میں سے گزر چکے ہوں گے جس کے بعد امن و سلامتی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ یہ دور بنی نوع انسان کے لئے بہت بابرکت ہوگا۔"

(مسٹر مونی ہان)

—• "ہمارے کرہ پر مستقبل کے فوائد اور مدارج زندگی کا بیج آج بویا جا رہا ہے بلکہ اس کی کونپلیں بھی نمودار ہونے لگی ہیں......"

(سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ)

—• "........ انسانیت کا بیرونی ماحول اور انسانیت کی اندرونی حالت دونوں بگڑ چکے ہیں شاید ہی کسی گزشتہ صدی والوں یا کسی گزشتہ نسل نے اتنی مشکلات کا سامنا کیا ہوگا جو آج درپیش ہیں۔"

(سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ)

ان قوموں پر ہے جو اس وقت طاقت اور دولت اور قومی عظمت کے نشہ میں مست ہیں کہ آیا وہ بدمستی کو چھوڑ کر روحانی لذت اور سرور کے خواہاں ہیں یا نہیں؟ اگر دنیا نے دنیا کی مستیاں اور خرمستیاں نہ چھوڑیں تو پھر یہ انذاری پیشگوئیاں ضرور پوری ہونگی۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی مصنوعی خدا دنیا کو موعودہ ہولناک تباہیوں سے بچا نہ سکے گا۔"

-• "پس اپنے پر اور اپنی نسلوں پر رحم کریں۔ اور خدائے رحیم و کریم کی آواز کو سنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ اور صداقت کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کرے۔"

-• "یہ نہایت ضروری ہے کہ کرّہ ارض پر انسانی زندگی کے بقا اور ارتقا کی خاطر سب ممالک مل کر ہی مستقبل کے متعلق سوچیں اور مشورہ اور عمل کریں۔... یہ اشد ضروری ہے کہ دنیا کی نئی پود کو اپنی منصوبہ بندی میں پورا پورا شریک کیا جائے۔ (سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ)

پس دنیا کے فرزانوں کی فراست اور بصارت اب جس آنے والے خطرناک دَور کی نشان دہی کرنے لگی ہے اس دَور کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان روحانی فرزند اور امامِ وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ساٹھ سال قبل تفصیل کے ساتھ دے چکے ہیں۔ اور آج سے اڑھائی تین سال قبل مسیح پاک علیہ السلام کے خلیفۂ برحق حضرت حافظ مرزا ناصر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر نئی تشریحات اور تفصیلات کے ساتھ دیارِ مغرب میں کھڑے ہو کر اقوامِ عالم کے سامنے آئندہ چھبیس پائیس سال کے اندر آنے والی شدید ہولناک تباہیوں اور ان سے نجات کی راہ تعیین فرمادی ہے۔

دنیا کے لیڈروں کے دل اب جو یہ محسوس کرنے لگے ہیں:-

"ہمارے کرّہ پر مستقبل کے فوائد اور مدارجِ زندگی کا بیج آج بویا جا رہا ہے .....۔"

علیٰ وجہ البصیرت اس یقین پر قائم ہیں کہ یہ ایک فانی فی اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی فدائی اور مسیح الزمان علیہ السلام کے سچے خلیفہ کی خاص دعاؤں کی ہی کرامت ہے جس کے نتیجہ میں ایک بار پھر ہم کو مسیح پاکؑ کی یہ پیشگوئی پوری ہوتی نظر آرہی ہے ؎

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

پس ہم صدق دل کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور پورے یقین اور وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ آنے والے خطرناک دور میں عافیت اور سلامتی کی راہ صرف اور صرف وہی ہے جس کا اعلان اڑھائی سال قبل وانڈز ورتھ ہال لنڈن میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔ جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے جس کے کان سننے کے ہوں سن لے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام اپنے پاک منظوم کلام میں فرماتے ہیں ؎

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

ایک عظیم بشارت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"مجھے بشارت دی گئی ہے کہ یہ عظیم الشان بوجھ جو میرے دل پر ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہلکا کرے گا حیّ وقیوم خدا کی پرستش ہونے لگے گی۔ وہ خدا جو ہماری ہزاروں دعائیں قبول کرتا ہے۔ کبھی ہو سکتا ہے کہ وہ دعائیں جو اس کے جلال اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کے اظہار کے لئے ہم کرتے ہیں قبول نہ کرے؟ نہیں وہ قبول کرتا ہے اور کرے گا ہاں یہ سچ ہے کہ جس قدر عظیم الشان مرحلہ اور مقصد ہو اسی قدر وہ دیر سے حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ یہ عظیم الشان کام ہے اس لئے اس کے حسب منشاء ہونے میں بھی ایک وقت اور مہلت مطلوب ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ وقت قریب آرہا ہے اور اس کی خوشبودار ہوائیں آرہی ہیں اور مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ان دعاؤں کو جو میں ایک عرصہ دراز سے کر رہا ہوں قبول کر لیا ہے۔"

(الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۱ء)

تقویٰ شعاروں کی جماعت

از مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری

تقویٰ شعاری سے مراد تمام گناہوں بلکہ ہر قسم کے چھوٹے سے چھوٹے گناہوں خطاؤں اور لغزدریوں سے بچنے اور پرہیزگاری کی باریک تر راہوں کی رعایت رکھنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"متقی بننے کے واسطے ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلف حقوق ریا عجب حقارت بخل وغیرہ کے ترک میں پکا ہو ویسے ہی اخلاقِ رذیلہ سے پرہیز کر کے ان کے بالمقابل اخلاقِ فاضلہ میں بھی ترقی کرے۔ لوگوں سے مروّت خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آئے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقام محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے ہیں وہی اصل متقی ہوتے ہیں (یعنی اگر کسی میں ایک ایک خُلق ہو یا بعض ہوں اور بعض کی کمی ہو تو اسے کامل متقی نہیں کہیں گے)" (البدر ۱۳ر فروری ۱۹۰۳ء)

تقوےٰ کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا اور دیگر تشریحات پر مجموعی نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت تقوےٰ شریعت اسلامیہ کا مغز اور تمام صحف سابقہ کی تعلیمات کا خلاصہ اور قرآنی تعلیم کی علّتِ غائی ہے۔ نیز تقوےٰ کامل اور پختہ ایمان کی بیّن علامت اور اعمالِ حسنہ کے قبول ہونے کی لازمی شرط ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حقیقی فلاح اور کامیابی کے حصول کا یقینی ذریعہ بھی تقوےٰ ہی ہے اور فتح و ظفر کی کلید بھی اسی کو قرار دیا گیا ہے۔ پس تقوےٰ شعاری اختیار کرنا اور تقوےٰ کی راہوں پر قدم مارنا ایک مومن کے لئے ایک نہایت ہی ضروری اور لابدی امر ہے اور ہر مومن پر یہ فرض ہے کہ وہ تقوےٰ کی اہمیت ذہن میں پورے طور پر مستحضر ہو جانے کے بعد یہ معلوم کرے کہ تقوےٰ سے کیا مراد ہے اس کی کیفیت و ماہیت اور حقیقت کیا ہے۔ اس کا انتہائی کمال کس مرتبہ اور مقام پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کے بنیادی تقاضے کیا ہیں اور وہ کونسی شرائط ہیں جن کو پورا کر کے انسان حقیقی معنوں میں متقی بن سکتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں ان سب امور کو بڑی تفصیل کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔ اور ان پر بڑی شرح و بسط سے بحث فرمائی ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کی کتب اور تقاریر کا مطالعہ کرکے ان سب امور کے متعلق بھی تفصیلی معلومات حاصل کریں۔ اور پھر حضور کے بیان فرمودہ طریقوں اور ذرائع پر عمل پیرا ہو کر اس پر مداومت اختیار کریں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآنی آیت اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ میرے نزدیک ذات کوئی سند نہیں حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔ خدا کے اس کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں اور مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرتا ہے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو (یعنی مفلحون کے گروہ میں ہم شامل ہو جائیں) اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔"

پس قرآنی آیت کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ اس تشریح کے مطابق اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزت و مکرمت اور عظمت اور تقویٰ کا اعلیٰ روحانی مقام حاصل کرنے کے لیئے یہ اشد ضروری ہے کہ ہم تقویٰ شعاری اختیار کریں اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کریں۔ اور بڑے ہونے کے باوجود اپنے آپ کو چھوٹا ہی سمجھیں اور تکبر اور نخوت کا کوئی شائبہ ہمارے اندر نہ پایا جائے۔

ایک اور جگہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سلسلہ بیعت کی اہمیت اور افادیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لیئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ ببرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ ... وہ قوم کے ایسے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر

کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہوکر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے ...... میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے جو داخل سلسلہ ہوکر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن و صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا۔ اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو و نما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہوجائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ ٹھہریں گے وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر قسم کی برکت میں دوسرے سلسلے والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا کرتا ہے ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے فالحمد لہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً اسلمنا لہ ھو مولانا فی الدنیا و الآخرۃ نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

(روحانی خزائن جلد ۳ ص۵۶۱ تا ص۵۶۳)

اب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ایمان افروز اور بیسیوں پیش خبریوں اور نشانوں پر مشتمل جامع مانع تحریر کی روشنی میں اس سوال کو لیتے ہیں کہ یہ تقوے شعاروں کی جماعت کونسی ہے۔ اس ضمن میں پہلے تو ہمارے سامنے حضرت خاتم النبیین سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ صحیح حدیث آتی ہے جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ہمیشہ اور ہر زمانہ میں تقویٰ شعاروں کی ایک جماعت اور حق و صداقت پر قائم رہنے والا اور تقوے کی راہوں پر قدم مارنے والا ایک گروہ موجود رہیگا۔

جو دوسروں کے گمراہ اور بے دین ہو جانے اور دنیا میں کذب و زور اور فسق و فجور پھیل جانے کے باوجود بھی حق پر قائم رہے گا۔ اور ان کی تقوے شعاری انہیں ہمیشہ راہِ سداد اور صراط مستقیم پر قائم رکھے گی۔ جہاں گزشتہ تیرہ چودہ سو سال کی تاریخ اور حالات اس حدیث کی صداقت پر مہر ثبت کر رہے ہیں۔ وہاں آج ہمارے اس زمانہ میں بھی یہ ضروری ہے کہ امت محمدیہ میں اس کے موجودہ ضعف و اختلال اور روحانی انحطاط و تنزل کے باوجود ایک ایسی جماعت اور فرقہ دنیا میں موجود ہو جو ہر لحاظ سے حق و صداقت پر قائم ہو اور دینداری تقویٰ شعاری اور خدا اور اس کے رسولؐ سے اور اسلام سے محبت اور اس کی خاطر قربانیاں کرنے اور اس کی تبلیغ و اشاعت کرنے میں دوسروں کے مقابل پر ایک نمونہ اور اسوۂ حسنہ اور مثال کے طور پر پیش کی جاسکے اور تائیدات الٰہیہ اور برکات سماویہ اور فیوض محمدیہ کی وہ مورد و وارث ہو۔ سو آپ کو مبارک ہو کہ حدیث نبوی کے مطابق اس زمانہ کی وہ پاک جماعت حضرت مسیح موعودؑ کے سچے پیرو ہی ہیں اور ہم ہی تقوے شعاروں کا وہ مومن و متقی گروہ ہیں جو آج حق و صداقت اور تقوے و طہارت پر قائم ہیں اور وہ علامات و خصوصیات جو اس گروہ کی احادیث میں بیان کی گئیں ہیں وہ اکمل اور اتم طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں پائی جاتی ہیں۔ پس مبارک ہو کہ خدا کے فضل و کرم سے وہ پاک گروہ وہ تقوے شعاروں کی جماعت ہم یعنی جماعت احمدیہ کے افراد ہیں۔ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس وقت دنیا میں اور بھی کئی مذہبی جماعتیں ایسی ہیں جن کا یہ دعوے ہے کہ وہی سچے اور حق پر قائم رہنے والے اور اسلام کی صحیح نمائندگی کرنے والے ہیں۔ لیکن اس بارے میں یہ یاد رہے کہ ہم میں اور دنیا کی دیگر تمام اسلامی یا مذہبی جماعتوں میں ایک بیّن اور ناقابل انکار فرق ہے اور وہ یہ کہ اس وقت دنیا کے تمام فرقوں جماعتوں اور مذہبوں کے اتباع میں سے صرف جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو الٰہی جماعت کہلانے کی مستحق ہے اور جسے اللہ تعالےٰ کے ایک مامور اور فرستادہ اور اس زمانہ کے امام اور مسیح موعود اور مہدیٔ معہود علیہ السلام نے خدا کے حکم سے قائم فرمایا ہے پس ہمارا امتیازی نشان یہ ہے کہ ہم خدا کے مامور کی قائم کردہ الٰہی جماعت ہیں اور اگر دیکھا جائے تو کوئی معمولی فرق نہیں ہے۔ خدا تعالےٰ کے مامور کو ملنے اور اس کی پیروی کرنے کی وجہ سے ہی اللہ تعالےٰ نے ہمیں جماعتی لحاظ سے تقوے شعاری کا محض اپنے فضل سے وہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ جس سے باقی دنیا ابھی محروم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیفات و تحریرات اور ملفوظات مبارکہ میں جہاں کہیں بھی اپنی جماعت کو نصائح فرمائی ہیں وہاں اس امر پر خاص زور دیا اور ہمیں احساس دلایا ہے کہ تم ایک مامور کی جماعت ہو اور اس لحاظ سے تم پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت کے لئے خاص تقوے کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک

ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعوئے ماموریت کا ہے۔ خداتعالےٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنادے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

پس اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اس وقت دنیا میں جو گروہ جو فرقہ جو جماعت تقوے شعاروں کی جماعت اور تقوے پر قدم مارنے والا حزب اللہ اور ربانی گروہ کہلانے کا مستحق ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت احمدیہ ہی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک یہی وہ متقیوں کا ایک بھاری گروہ ہے۔ جن کو اللہ تعالےٰ کے حکم سے بیعت کے ذریعہ حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ پر جمع کیا اور جو کلمہ واحدہ طیبہ پر متفق ہو کر اسلام کی پاک ومقدس خدمات میں کام آرہے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے یہ جماعت خلق خدا کی سچی ہمدرد اور غریبوں کی پناہ اور یتیموں کے لئے بطور باپ ہیں۔ اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح اپنی جان مال عزت وقت غرضیکہ سب کچھ فدا کر رہے ہیں۔ اور خداتعالےٰ کے فضل وکرم سے یہی وہ پاک گروہ ہے جس کے ذریعہ سے خداتعالےٰ دنیا پر اپنی قدرت اپنی ہدایت اور اپنا جلال ظاہر فرما رہا ہے۔ اور جس کے ذریعہ اس وقت تمام دنیا میں اسلام اور محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا نور اور حقیقی نیکی اور رشد وہدایت اور امن وصلاحیت ہر طرف پھیل رہی ہے اور جن کی زندگیوں میں اللہ تعالےٰ ایک پاک تبدیلی پیدا کر کے پھر اپنی خاص روح سے قوت اور روحانی استعداد انہیں عطا فرمائی ہے جن کو اس نے خلافت جیسی عظیم الشان نعمت سے نوازا ہے اور جس گروہ کو وہ اپنے فضل سے دن بدن بڑھا اور بڑھا رہا صادقین کو اس میں داخل کرتا چلا جا رہا ہے اور خود اس کی آبپاشی اور نشوونما فرما رہا ہے اور وہ دنیا میں چاروں طرف اپنی روشنی پھیلا رہے ہیں اور بفضلہ تعالےٰ اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ہیں۔ اور جس گروہ میں اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ایسے لوگ پیدا کرتا چلا آرہا ہے۔ جن کو وہ اپنی قبولیت اور خاص نصرت سے نوازتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ کی اس نعمت عظیمہ پر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہم کو ملی ہے ہم جس قدر بھی شکر کریں اور جتنی بھی اس کی قدر کریں کم ہے۔ اللہ تعالےٰ کا یہ عظیم احسان اور خاص فضل وکرم مقتضی ہے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد اپنے قول وفعل عمل وکردار غرضیکہ ہر طرح سے اسلامی تعلیم کا خالص اور سچا نمونہ قائم کرے۔ اور تقوے شعاری کا ہمیشہ اور ہر حالت میں وہ معیار قائم رکھے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کرنے والوں کے لئے ضروری قرار دیا ہے وہ معیار کیا ہے اور حضور علیہ السلام اپنی جماعت کے افراد سے کیا چاہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میری تمام جماعت ..... اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے

ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی، نیک بختی اور تقوےٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے وہ پنج وقتہ نماز با جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں وہ زبان سے کسی کو ایذا نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے۔ اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنج وقتہ نماز نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بے جا طرفداری سے باز رہیں اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں۔"

(ایک ضروری اشتہار رقم فرمودہ ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے ہر فرد کو حضور علیہ السلام کے قائم کردہ اس معیار تقوےٰ پر پورا اترنے اور اپنے اعمال و کردار سے اسے قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور سب جماعتی اور انفرادی عبادتوں قربانیوں اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ہماری مدد فرمائے۔ اور ہمیں ایسی توفیق عطا فرمائے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے ذاتی فرائض کو ادا کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کو بھی اٹھانے اور ان کو بیدار رکھنے کا باعث بنے۔ اللّٰھم اٰمین۔

آخر میں عرض ہے کہ تقوےٰ کے حصول کے لئے احباب کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ یہ دعا بھی ہر وقت کرتے رہنا چاہیئے۔

اللّٰھم اٰت نفسی تقواھا و زکھا انت خیر من زکّٰھا انت ولیھا ومولاھا

یعنی اے خدا میرے نفس کو اس کا تقوےٰ عطا فرما اور اسے پاک فرما کیونکہ بہترین طور پر پاک ذات، تو ہی ہے اور تو ہی ہمارے نفس کا ولی و مولا ہے۔

بیت المقدس کی مسجدِ اقصیٰ اور اس کی تاریخ

(مکرم چوہدری خالد سیف اللہ خاں صاحب بی۔ایس سی (انجنیئرنگ) لاہور)

قسط دوم

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا ذکر اور مسلمانوں کے لئے ایک انذاری پیشگوئی

اللہ تعالےٰ نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مثیلِ موسےٰ قرار دیا ہے اور اس مشابہت کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کو بیت المقدس کا دیا جانا ضروری ہے۔ مذکورہ بالا آیات کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:-

"فرمایا کہ تمہارا نبی مثیلِ موسےٰ قرار دیا گیا ہے اور اس مشابہت کو پورا کرنے کے لئے اسے بیت المقدس اور اس کے اردگرد کا علاقہ دیا جانے والا ہے۔ پس تم کو اس امر میں احتیاط کرنی چاہیئے کہ جو کچھ بنی اسرائیل سے معاملہ ہوا وہ تم سے نہ ہو اور وہ واقعہ یہ بیان فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے متعلق ہم نے خبر دی تھی کہ تم دو دفعہ دنیا میں عظیم الشان فساد کے مرتکب ہو گے اور سخت مظالم کرو گے اور تم کو اس کی سزا میں تباہ کر دیا جائے گا۔ گو سزا دینے کا یہاں لفظاً ذکر نہیں کیا گیا لیکن اگلی آیت سے یہ مضمون ظاہر ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد سوم ص۲۹۵)

پھر فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کے متعلق فرمایا ہے لتتبعن سنن من قبلکم (بخاری جلد رابع کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) کہ تم پہلے لوگوں کے طریقہ پر عمل کرو گے اور بعض احادیث میں ہے کہ یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلو گے مگر افسوس کہ باوجود ہوشیار کر دینے کے مسلمان بھی اس آفت سے نہ بچے۔" (ص۲۹۷)

اور پھر فرماتے ہیں:-

"یاد رکھنا چاہیئے کہ آیات مذکورہ بالا جہاں یہ بتا رہی ہیں کہ یہود کا مستقبل خود ان کی کتب کی رُو سے بالکل تاریک ہے وہاں مسلمانوں کو بھی توجہ دلائی ہے کہ مسلمانوں پر بھی اسی طرح دو بار ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب آئے گا۔ چنانچہ پہلا عذاب خلافت عباسیہ کے خاتمہ پر آیا۔ اس کا موجب بھی وہی تھا جو بائیبل نے یہود کی تباہی کا موجب بتایا ہے یعنی فرغانہ کی فتح کے بعد مسلمانوں نے کثرت سے وہاں کی خوبصورت لڑکیوں سے شادیاں کیں۔ یہ علاقہ بہت مشرک تھا ان عورتوں کے اثر سے مسلمانوں میں بھی مشرکانہ عقائد پیدا ہونے لگے اور اسلامی غیرت کمزور ہونے لگ گئی۔ آخر ایک وحشی قوم نے بغداد پر حملہ کر دیا جو اپنی وحشت اور اجنبیت کے لحاظ سے اسلامی ممالک اور ان کی تہذیب سے ویسی ہی بے گانہ تھی جیسی کہ بابل کی قوم جس نے فلسطین پر حملہ کیا تھا۔ اٹھارہ لاکھ مسلمان صرف بغداد اور اس کے گرد و نواح میں قتل کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ صرف ایک شخص بھاگ کر بچ سکا اور اسی کی نسل سے بہاولپور کے دالیان ریاست ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی بھی خاندان ایسا نہیں جو اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرے (اس نوٹ کے لکھنے کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ یوپی میں عباسی خاندان کی بعض شاخیں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے اپنا شجرہ نسب بھی بھجوایا ہے)

دوسری تباہی آخری زمانہ کے وقت مقدر تھی جس کے آثار اب نمودار ہو رہے ہیں عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَھَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا۔ العیاذ باللہ" (تفسیر کبیر جلد سوم ص ۸۰۳ مطبوعہ دسمبر ۱۹۲۰ء)

عربوں کے متعلق الٰہی بشارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب بہت ہی مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا ہونے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے نتیجہ میں نجات پا جائیں گے۔ سات اور آٹھ ستمبر ۱۹۰۵ء کو جو آپ کو الہامات ہوئے ان کا تعلق عربوں کے ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے۔ ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعودؑ کو مندرجہ ذیل الہامات ہوئے

(۱) ایک کاغذ دکھایا گیا جیسا کہ منی آرڈر کا فارم ہوتا ہے اور سامنے اس کے پاس عرب پندرہ رکھے ہوئے ہیں (یہ کشف ظاہری طور پر بھی اسی وقت پورا ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد پندرہ کا منی آرڈر آیا)

(۲) ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا ہوا تھا "نقش نشان"

(۳) پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا تھا۔

مَصَالِحُ الْعَرَبِ ـ مَسِيْرُ الْعَرَبِ

(۴) پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا تھا۔ بامراد

(۵) پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا تھا رَدِّ بلا

(۶) پھر الہام ہوا وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

(۷) اور آٹھ ستمبر کو الہام ہوا۔

اِذَا جَآءَ اَفْوَاجٌ وَّ سُمِّعُ مِّنَ السَّمَآءِ (جب آسمان سے فوجیں اور دہرائیں گے)

تشریح :۔ پہلا الہام یہ ہے کہ ایک کاغذ دکھایا گیا جیسا کہ منی آرڈر فارم ہوتا ہے اور سامنے اس کے پندرہ رکھے ہوئے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ عربوں کی چھوٹی بڑی پندرہ ہی ریاستیں ہیں جن کے نام یہ ہیں :۔

۱۔ متحدہ عرب جمہوریہ	۲۔ سعودی عرب	۳۔ شرق اردن	۴۔ شام
۵۔ الجزائر	۶۔ لیبیا	۷۔ سوڈان	۸۔ مراکش
۹ عراق	۱۰۔ لبنان	۱۱۔ یمن	۱۲ ٹیونس
۱۳ کویت	۱۴۔ مسقط	۱۵۔ خلیج فارس کی نو چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا	

وفاق جو اب متحد ہو رہی ہیں۔ مثلاً قطر ابوظہبی ۔ دوہا اور دوبئی وغیرہ

اسرائیل کے حملہ کا براہِ راست یا بالواسطہ اثر ان عرب ممالک یعنی پندرہ ریاستوں پر پڑ رہا ہے۔ اور یہ ایک مشترکہ مالی فنڈ قائم کرکے اس حملہ کے تدارک کے لئے متحد ہو سکتے ہیں۔ رباط کانفرنس میں ایسے اتحاد کی ضرورت منظر عام پر آچکی ہے۔ اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک یہ پندرہ اقوام باہم متحد مربوط ہو کر ایک دوسرے کو رقوم منی آرڈر کی طرح نہیں بھیجیں گی۔ وہ دشمن کو زک نہیں پہنچا سکیں گے۔

پندرہ کے عدد کی یہ ایک تشریح ہے جو موجودہ حالات میں نظر آتی ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ مستقبل میں ابھی کس کس رنگ میں اس الہام کا ظہور ہو گا۔

پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا ہوا تھا "آتش فشاں" اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ پندرہ ریاستیں دہانہ آتش فشاں پر کھڑی ہیں اور یہ آتش فشاں کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔

پھر ایک کاغذ دکھائی دیا جس پر لکھا تھا۔ مَصَالِحُ الْعَرَبِ ـ مَسِيْرُ الْعَرَبِ۔ مصلح کے معنے راست، صحیح اور نیک تجاویز کے ہیں لہذا مَصَالِحُ الْعَرَبِ کے معنے ہوئے (اہل) عرب کے لئے نیک تجاویز اور مَسِیر کے معنے ہیں چلنا۔ لہذا مَسِيْرُ الْعَرَبِ کے معنے ہوئے عرب کا چلنا جس سے

مراد عرب میں چلنا ہے یا اہلِ عرب کا چلنا ہے۔ آخرالذکر معنوں کے لحاظ سے اس میں اشارہ ہے کہ جب تک عرب کندھے سے کندھا ملا کر نہیں چلیں گے اس وقت تک کامیابی نہیں ہوگی۔ گویا عربوں کے لئے راست قدم یہی ہے کہ وہ مل کر چلیں۔ غور کیا جائے تو عربوں کی کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی روکاوٹ ان کا عدم اتحاد ہی ہے۔ خدا تعالےٰ انہیں توفیق دے کہ وہ متحد ہوکر اس راہ میں اکٹھے چلیں۔

پھر ایک اور کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا تھا "بامرادٗ"۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مذکورہ تجویز پر عمل کرنے سے عرب اپنے منصوبوں میں بامراد ہوں گے۔

پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا تھا "ردِّ بلا" اس میں بتایا گیا کہ اس طریق پر چل کر دشمن جو کہ بلائے بے درماں بن چکا ہوگا اس کا ازالہ ہو جائے گا۔

پھر الہام ہوا کہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کہ ردِّ بلا کے بعد اس نعمت کا اظہار کرو۔

آخری الہام سے معلوم ہوتا ہے۔ اِذَا جَآءَ اَفْوَاجٌ وَّ سَمٌّ مِّنَ السَّمَآءِ کہ جب آسمان سے فوجیں اور زہر آئیں گے۔ اس میں بتایا گیا کہ یہی وہ وقت ہوگا کہ جب ایک عظیم الشان جنگ چھڑ جائے گی جس میں آسمان سے فوجیں اتریں گی ظاہری چھاتہ بردار فوجیں بھی اور ملائکہ کی فوجیں بھی اور طرح طرح کی زہریں بھی نازل ہونگی جیسے نیپام بموں اور ایٹم بموں کے نتیجہ میں فضا کا مسموم ہوجانا وغیرہ۔

حضرت مسیح موعودؑ کو ۹ ر اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اور الہام ہوا "بلائے دمشق" اس میں یہ اشارہ ہے کہ دمشق بہت بڑی بلا کا منہ دیکھے گا لیکن "ردِّ بلا" کے الہام میں تسلی دی گئی ہے کہ عربوں کے اتحاد کے بعد اس بلا کا ازالہ ہو جائے گا۔ حدیث میں بھی ہے کہ جب عرب متحد ہوکر یہودیوں کا مقابلہ کریں گے تو یہودی مکمل طور پر شکست کھا جائیں گے۔

عرب ممالک کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی بتایا کہ وہ خدائے قادر کے گروہ میں فوج در فوج شامل ہو جائیں گے۔ ان کے بادشاہ بھی سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ اس طرح ان کی روحانی اور سیاسی اصلاح ہوجائے گی۔ چنانچہ حضور لجۃ النور کے صفحہ تین اور چار پر عربی عبارت میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔

"میں نے ایک مبشر رؤیا دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مخلص مومنوں کی ایک جماعت ہے اور کچھ عادل صالح بادشاہ ہیں۔ ان میں سے بعض اس ملک کے ہیں اور بعض عرب سے ہیں۔ بعض فارس سے ہیں بعض بلادِ شام سے ہیں بعض ارض روم سے ہیں اور بعض ایسے ملکوں سے ہیں جن کو میں پہچانتا نہیں پھر مجھے غیب سے آواز آئی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تیری تصدیق کریں گے۔ تجھ پر ایمان

لائیں گے تجھ پر درود بھیجیں گے۔ اور تیرے لئے دعائیں کریں گے۔ اور میں تجھے برکتیں دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور ان کو مخلصوں میں داخل کروں گا میں نے یہ رویا میں دیکھا اور اللہ جو بے انتہا جاننے والا ہے اس کی طرف سے مجھے یہ الہام کیا گیا ہے۔"

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

"میں دیکھتا ہوں کہ اہل مکہ خدائے قادر کے گروہ میں فوج در فوج داخل ہوجائیں گے اور یہ آسمان کے خدا کی طرف سے ہے۔ اور زمینی لوگوں کی آنکھوں میں عجیب۔"

(نور الحق حصہ دوم صفحہ ۱۰)

پھر حضور اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اَلْاَرْض سے مراد جو شام کی سرزمین ہے یہ صالحین کا ورثہ ہے اور جو اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ خدا تعالےٰ نے یَرِثُهَا فرمایا یَمْلِکُهَا نہیں فرمایا اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وارث اس کے مسلمان ہی رہیں گے اور اگر یہ کسی اور کے قبضہ میں کسی وقت چلی بھی جاوے تو وہ قبضہ اسی قسم کا ہوگا جیسے راہن اپنی چیز کا قبضہ مرتہن کو دے دیتا ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی پیشگوئی کی عظمت ہے۔ ارض شام چونکہ انبیاء کی سرزمین ہے اس لئے اللہ تعالےٰ اس کی بے حرمتی نہیں کرنا چاہتا کہ وہ غیروں کی میراث ہو"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۲۵ فرمودہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء بوقت صبح کی سیر)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

وانّی معکم یا نجباء العرب بالقلب والرّوح۔ وانّ ربّی قد بشّرنی فی العرب والھمنی عن امونھم واریھم طریقھم واصلح لھم شیونھم (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷)

یعنی اے عرب کے شرفاء میں قلب و روح (کی گہرائیوں) کے ساتھ تمہارے ساتھ ہوں۔ اور میرے رب نے عرب کی نسبت مجھے بشارت دی اور الہام کیا ہے کہ میں ان کی خبرگیری کروں اور ٹھیک راہ بتاؤں اور ان کا حال درست کروں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دل و جان سے عربوں کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالےٰ آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں عربوں پر سے ان کی موجودہ بلا کو دور کر دے گا اور بیت المقدس کا قبضہ

دوبارہ مسلمانوں کو دے دیگا۔ انشاء اللہ

یہودکی فلسطین میں دوبارہ واپسی کی پیشگوئی

قرآن مجید میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ یہود کو فلسطین میں دوبارہ جمع کر دیا جائے گا اس تعلق میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالٰے عنہ اپنی معرکۃ الآراتقریر سیر روحانی حصہ سوم صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں:۔

"فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا (بنی اسرائیل ع ۱۲) پھر اس کے بعد ایک اور وقت آئے گا کہ یہودیوں کو دنیا سے اکٹھا کرکے فلسطین میں لاکر بسا دیا جائے گا۔ وہ اب وقت آیا ہے جبکہ یہودی اس جگہ پر آئے ہوئے ہیں۔ لوگ ڈرتے ہیں اور مسلمان بھی اعتراض کرتے ہیں، چنانچہ کراچی اور لاہور میں مختلف جگہوں پر مجھ پر مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ یہ تو وعدہ تھا کہ یہ سرزمین مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ میں نے کہا کہاں وعدہ تھا قرآن میں تو لکھا ہے کہ پھر یہودی بسائے جائیں گے۔ کہنے لگے اچھا جی یہ تو ہم نے کبھی نہیں سنا۔ میں نے کہا تمہیں قرآن پڑھانے والا کوئی ہے ہی نہیں تم نے سننا کہاں سے ہے۔ میری تفسیر پڑھو اس میں لکھا ہوا موجود ہے۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۲ میں یہ موجود ہے کہ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا۔ جب آخری زمانہ کا وعدہ آئے گا تو پھر ہم تم کو اکٹھا کرکے اس جگہ لے آئیں گے۔"

اس پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر یہود واپس فلسطین آجائیں گے۔ تو پھر یہ ارضِ مقدس عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْن کے ہاتھ میں کس طرح رہی اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں:

یہود فلسطین سے نکالے جائیں گے

"سو اس کا جواب یہ ہے کہ عارضی طور پر قبضہ پہلے بھی دو دفعہ نکل چکا ہے۔ اور عارضی طور پر اب بھی نکلا ہے۔ اور جب ہم کہتے ہیں "عارضی طور پر" تو لازماً اس کے معنی یہ ہیں کہ پھر یہودی وہاں سے نکالے جائیں گے۔ اور لازماً اس کے یہ معنے ہیں کہ یہ سارا انتظام جس کو یو این او کی مدد سے اور امریکہ کی مدد سے قائم کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالٰے مسلمانوں کو توفیق دیگا

کہ وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں اور پھر اس جگہ پر لا کر مسلمانوں کو بسائیں۔

احادیث میں یہود کی تباہی کی پیشگوئی

دیکھو حدیثوں میں بھی یہ پیشگوئی آتی ہے۔ حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ فلسطین کے علاقہ میں اسلامی لشکر آئے گا اور یہودی اس سے بھاگ کر پتھروں کے پیچھے چھپ جائیں گے اور جب ایک مسلمان سپاہی پتھر کے پاس سے گزرے گا تو وہ پتھر کہے گا اے مسلمان خدا کے سپاہی! میرے پیچھے ایک یہودی کافر چھپا ہوا ہے اس کو مار۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی تھی اس وقت کسی یہودی کا فلسطین میں نام و نشان بھی نہ تھا۔ پس اس حدیث سے صاف پتہ لگتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیشگوئی فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ میں یہودی اس ملک پر قابض ہوں گے۔ مگر پھر خدا مسلمانوں کو غلبہ دے گا۔ اور اسلامی لشکر اس ملک میں داخل ہوں گے اور یہودیوں کو چُن چُن کر چٹانوں کے پیچھے ماریں گے۔

فلسطین مستقل طور پر خدا تعالےٰ کے صالح بندوں کے ہاتھ میں رہیگا

پس عارضی میں اس لئے کہتا ہوں کہ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ کا حکم موجود ہے۔ مستقل طور پر تو فلسطین عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ کے ہاتھ میں رہنی ہے۔ سو خدا تعالےٰ کے عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ لازماً اس ملک میں جائیں گے۔ نہ امریکہ کے ایٹم بم کچھ کر سکتے ہیں نہ ایچ بم کچھ کر سکتے ہیں۔ نہ روس کی مدد کچھ کر سکتی ہے۔ یہ خدا کی تقدیر ہے یہ تو ہو کر رہنا ہے۔ چاہے دنیا کتنا زور لگا لے۔"

(تفسیر روحانی جلد سوم صفحہ ۵۳)

الغرض الٰہی وعدوں کے مطابق یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مسلمانوں اور یہودیوں کی جنگ کا انجام دنیا پر یہ امر آخری بار آشکار کر دے گا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے ورثہ کے حقیقی وارث یہود نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔ خدا کے صالح بندے بھی یہود نہیں بلکہ حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں اور سچا اور زندہ مذہب یہودیت نہیں بلکہ اسلام ہے انشاء اللہ۔

حصولِ رضائے الٰہی کے ذرائع

محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ ربوہ

گذشتہ شمارہ میں احادیث نبوی کی رو سے حصول رضائے الٰہی کے ذرائع میں سے دعا نیز حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں بعض اور احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱)

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاث من کنّ فیہ وجد بھنّ حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احبّ الیہ ممّا سواھما وان یحب المرء لا یحبّہ الا اللہ

(بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان ص۱)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ تین خوبیاں ہوں وہ اسی دنیا میں ایمان کی مٹھاس محسوس کرلے گا۔ پہلی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول ہر ایک چیز سے زیادہ اسے محبوب و مقصود ہوں اور تیسری بات یہ ہے کہ انسان صرف اللہ تعالےٰ کی رضا کی خاطر کسی دوسرے انسان سے محبت کرے اور خدا ہی کو اپنا کارساز سمجھے۔ کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرے۔

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت و رضا ہی سب کامیابیوں کی کلید اور معیارِ نجات ہے۔

(۲)

عن انس رضی اللہ عنہ ان اعرابیاً قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متی الساعۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اعددت لھا قال حبّ اللہ ورسولہ قال انت مع من احببت

(بخاری کتاب الادب باب علامۃ الحبّ ص۹۱۱/۲)

حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک دیہات کا رہنے والا اعرب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپؐ سے پوچھا اعمال کے جزا و ثواب کی عظیم الشان گھڑی کب آئے گی۔ آپؐ نے فرمایا بھلا یہ تو بتاؤ تم نے اس کے لئے تیاری کیا کی ہے اس نے عرض کیا کوئی زیادہ عمل کی پونجی تو نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت دل میں بسی ہوئی ہے۔ اپنے پاس تو بس یہی پونجی ہے اس پر حضورؐ نے فرمایا تمہیں اپنے محبوبوں کی معیت سے نوازا جائے گا۔ انہی کا ساتھ تجھے عطا ہوگا۔

اس حدیث سے یہ حقیقت مبرہن ہے کہ دلی محبت قرب خاص کے لئے ایک کامیاب گر ہے۔ خلوص اور محبت اعمال کی کمی کا موجب بن جایا کرتے ہیں۔

(۳)

عن جابر بن عبد اللہ قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا ایھا الناس ارتعوا فی ریاض الجنۃ قلنا یا رسول اللہ ما ریاض الجنۃ؟ قال مجالس الذکر قال اغدوا و روحوا و اذکروا من کان یحب ان یعلم منزلتہ عند اللہ تعالیٰ فلینظر کیف منزلۃ اللہ تعالیٰ عندہ فان اللہ تعالیٰ ینزل العبد منہ حیث انزلہ من نفسہ۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور آپؐ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا باغات جنت میں جیسے جی چاہے چلو پھرو اور ان کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول جنت کے باغات سے حضور کی کیا مراد ہے۔ آپؐ نے فرمایا ذکر الٰہی کی مجلس جنت کے ریاض ہیں۔ صبح و شام ان میں آؤ اور اللہ تعالےٰ کو یاد کرو۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اسے اللہ تعالےٰ کے ہاں اپنے مقام و مرتبہ کا پتہ چلے تو وہ اپنے دل پر نگاہ ڈالے اور دیکھے کہ وہ اپنے دل میں اللہ تعالےٰ کو کیا مقام اور مرتبہ دیتا ہے اور کس قدر اللہ تعالےٰ کی محبت اپنے دل میں پاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے قرب سے انسان کو اتنا ہی حصہ عطا فرماتا ہے جتنا وہ اللہ تعالےٰ کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے۔

یہ حدیث برہان ہے اس امر کے لئے کہ جیسی محبت کسی کے دل میں اللہ تعالےٰ کی ہوگی اللہ تعالےٰ اسی کے مطابق اس سے سلوک کرے گا اور اسی کے موافق اس کے ہاں اس کو درجہ ملے گا۔ جیسا حسن ظن

تم اس ذات کے متعلق رکھو گے ویسا ہی اس کا سلوک بھی پاؤ گے

(۴)

عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رضا الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد

(ترمذی ابواب البر والصلۃ ۱۲/۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کریم کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کریم کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

اس حدیث میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مربی حقیقی کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو تو مربی مجازی جو بے مزد تیری پرورش کرتا رہا اس کو راضی رکھو۔ اور اس کی خوشنودی حاصل کرو جو واسطہ اور ذریعہ کی قدر نہیں کرتا وہ دراصل اس واسطہ کے عطا کرنے والے کا قدر دان نہیں ہے۔ الغرض رضائے الٰہی کے حصول اور اس کی جستجو کے متعدد ذرائع ہیں جن میں سے چند کی وضاحت ان احادیث میں کی گئی ہے۔ ان میں سے بنیادی ذریعہ محبت الٰہی ہے اور دوسرے نمبر پر سوز میں ڈوبی ہوئی دعا ہے تیسرے نمبر پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کی کوشش ہے ؎

برکاتِ الٰہی کے حصول کا طریق

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"برکاتِ الٰہی انسان پر اس وقت نازل ہوتے ہیں جب خدا تعالےٰ سے مضبوط رشتہ باندھا جائے۔ جیسے رشتہ داروں کو آپس رشتہ کا پاس ہوتا ہے ویسے ہی اللہ تعالےٰ کو اپنے بندہ کے رشتہ کا جو اس پاک ذات کے ساتھ ہے سخت پاس ہوتا ہے۔ وہ مولا کریم اس کے لئے غیرت کھاتا ہے اور اگر کوئی دکھ اور مصیبت اس کو پہنچتی ہے تو بندہ اپنے لئے راحت جانتا ہے۔ الغرض کوئی دکھ اس رشتہ کو توڑتا نہیں اور نہ کوئی سکھ اس کو دوبالا کرتا ہے۔ ایک سچا تعلق وحقیقی عشق عبد و معبود میں قائم ہوجاتا ہے۔"

(الحکم ۳۰ رجون ۱۹۰۳ء)

اھم مرکزی اعلانات

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا

سالانہ اجتماع

انشاء اللہ العزیز ۲۴، ۲۵، ۲۶ اخاء / اکتوبر ۱۳۴۹ہش ۱۹۷۰ء کو منعقد ہو گا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالٰے بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا آئندہ سالانہ اجتماع انشاء اللہ العزیز ۲۴۔۲۵۔۲۶ اخاء / اکتوبر (بروز ہفتہ۔ اتوار اور سوموار) ربوہ میں منعقد ہو گا۔ دوستوں کو چاہیئے کہ اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیاری شروع فرما دیں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

زمیندارہ مجالس انصار اللہ کی توجہ کے لئے

اکثر زمیندار اراکین انصار اللہ کا یہ طریق ہے کہ وہ اپنے پورے سال کا چندہ فصل ربیع پر ادا کر دیا کرتے ہیں۔ ایسے احباب کی یاد دہانی کے لئے گزارش ہے کہ وہ اپنا چندہ ادا کر کے اس ذمہ سے سبکدوش ہوں اور اللہ تعالٰے نے ان پر جو فضل فرمایا ہے کہ پیداوار پہلے سالوں کی نسبت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ اس کا شکرانہ اللہ تعالٰے کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کر کے ادا کریں جزاکم اللہ خیراً

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ)

"نصرت جہاں ریزرو فنڈ" اور انصار اللہ

" الفضل " کے مطالعہ سے مجالس انصار اللہ کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی حالیہ تحریک

"نصرت جہاں ریزرو فنڈ"

کا علم ہو چکا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی آواز پر شرح صدر سے لبیک کہنا ہر احمدی کا فرض ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ مالی قربانیوں کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کو ایک ممتاز اور نمایاں مقام عطا فرمایا گیا ہے۔ بشاشتِ قلب کے ساتھ مسلسل اپنے خداداد مال کو خدا کے حضور پیش کرتے چلے جانا بفضلہ تعالیٰ مخلصین جماعت کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے۔ مال دینا خاص طور پر اِس مادی دور میں جتنا مشکل ہے اتنا ہی خدا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ مال خدا تعالیٰ کی ہی عطا ہے۔ اس مال میں سے ایک حصّہ اسی کو لوٹانے میں قبض نہیں ہونی چاہیئے بلکہ خوشی اور راحت محسوس کرتے ہوئے اس کی دادودہش میں سے کچھ حصہ کو اس کے حضور پیش کرنا چاہیئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب اس کی قائم کردہ جماعت کے افراد قربانیوں کے ایک خاص معیار پر پہنچ جاتے ہیں تو انعامات کی بارش کا نزول بھی اسی نسبت سے ہونا شروع ہو جاتا ہے ہمیں اپنے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی نعماء کا وارث بننے کے لئے اپنے نفس کی خواہشات کو دبانا پڑے گا۔ اور اس کی راہ میں قیمتی سے قیمتی شے پیش کرنا ہوگی۔ تب گوہر مقصود حاصل ہوگا اور ترقیات کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ افق سے طلوع ہوگا۔

ہمارے انصار بھائی اپنی عمر کے جس دَور میں سے گزر رہے ہیں وہ اَور بھی ذمہ داریوں کا دَور

ہے وہ صرف اپنے ہی ذمہ وار نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو جن کا راعی مقرر فرمایا ہے۔ ان کی روحانی ترقی و بہبود کے لئے کوشش کرنا بھی انصار اللہ کا فرض ہے۔ مَیں اس اعلان کے ذریعہ اپنے جملہ انصار بھائیوں اور عہدہ داروں کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدائی آواز پر شرح صدر سے جلد لبیک کہیں اور مسابقت الی الخیر کا بہترین نمونہ قائم کریں۔ ادو نصرت جہاں ریزرو فنڈ کی جملہ تفصیلات جو الفضل میں شائع ہو چکی ہیں ان تفصیلات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فنڈ میں حصہ لیا جائے۔ اور اس ضمن میں اپنی مساعی کا ذکر ماہانہ رپورٹوں میں ضرور کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ سب کے ساتھ ہو ؎

زبذلِ مال درراہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ناظمین اضلاع مجلس انصار اللہ توجہ فرمائیں

ایسی مجالس انصار اللہ جو زمیندار اراکین پر مشتمل ہیں عموماً اپنے پورے سال کا چندہ فصل ربیع پر ادا کر دیا کرتی ہیں۔ عہدہ داران کے لئے یہ موقعہ ہے کہ وہ اپنے اراکین سے پورے سال کا چندہ وصول کر کے مرکز میں بھجوا دیں۔ ناظمین اضلاع خصوصاً اضلاع سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ لائل پور۔ شیخوپورہ۔ سرگودہا۔ ساہیوال اور ملتان۔ اسی طرح صوبہ سندھ کے ناظمین سے درخواست ہے کہ وہ جائزہ لیں کہ ان مجالس کے چندے وصول ہو کر مجلس میں پہنچ چکے ہیں۔ اگر پہلے ایسا نہ ہوا ہو تو اب اس طرف توجہ فرمائیں۔

(قائد مال انصار اللہ مرکزیہ)

زعمائے کرام انصار اللہ فوری توجہ فرمائیں

اس سے قبل بھی اس ضروری امر کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی جا چکی ہے کہ آپ حلقہ کی ہر مجلس میں ایک نائب زعیم وقف جدید کا تقرر کرائیں۔ جن کا فرض قرار دیا جائے کہ وہ اپنی جماعت کے ہر چھوٹے سے چھوٹے طفل سے لے کر ہر معمر ترین فرد کو وقف جدید کے جہاد میں حصہ دار بنائیں اور اپنی مساعی کے نتائج و ثمرات کی معین اعداد و شمار کے ساتھ رپورٹ بھجوائیں۔ لیکن ابھی تک بعض مجالس کی طرف سے کوئی رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ اس لئے جملہ زعمائے کرام بالخصوص زعمائے کرام انصار اللہ ضلع ملتان سے التماس ہے کہ وہ ازراہ کرم فوری طور پر توجہ فرما کر ممنون فرما دیں۔ اور آئندہ ہر رپورٹ مفصل اور معین اعداد و شمار کے ساتھ ارسال فرمایا کریں۔

(قائد وقف جدید مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

توبہ کی حقیقت

قرآن کریم کا منشاء ہے کہ انسان اپنے نفس کی قربانی پیش کرے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :۔

توبہ اس بات کا نام نہیں کہ صرف منہ سے توبہ کا لفظ کہہ دیا جاوے بلکہ حقیقی توبہ یہ ھے کہ نفس کی قربانی کی جاوے جو شخص توبہ کرتا ھے وہ اپنے نفس پر انقلاب ڈالتا ھے گویا دوسرے لفظوں میں وہ مر جاتا ھے - خدا کیلئے جو تغیر عظیم انسان دکھ اٹھا کر کرتا ھے تو وہ اس کی گزشتہ بد اعمالیوں کا کفارہ ھوتا ھے - جس قدر ناجائز ذرائع معاش کے اس نے اختیار کئے ھوئے ھوتے ھیں ان کو وہ ترک کرتا ھے - عزیز دوستوں اور یاروں سے جدا ھوتا ھے - برادری اور قوم کو اسے خدا کے واسطے ترک کرنا پڑتا ھے جب اس کا صدق کمال تک پہنچ جاتا ھے تو وھی ذات پاک تقاضا کرتی ھے کہ اس قدر قربانیاں جو اس نے کی ھیں وہ اس کے اعمال کے کفارہ کیلئے کافی ھوں -

اھل اسلام میں اب صرف الفاظ پرستی رہ گئی ھے اور وہ انقلاب جسے خدا چاھتا ھے وہ بھول گئے ھیں اس لئے انہوں نے توبہ کو بھی الفاظ تک محدود کر دیا ھے لیکن قرآن شریف کا منشاء ھے کہ نفس کی قربانی پیش کی جاوے - من قضی نحبہ دلالت کرتا ھے کہ وہ توبہ توبہ ہے جو انہوں نے کی اور من ینتظر بتلاتا ھے کہ وہ یہ توبہ ھے جو انہوں نے کرکے دکھلائی ھے اور وہ منتظر ھیں -

جب انسان خدا تعالی کی طرف بکلی آ جاتا ھے اور نفس کی طرف کو بکلی چھوڑ دیتا ھے تو خدا تعالی اس کا دوست ھو جاتا ھے تو کیا وہ پھر دوست کو دوزخ میں ڈال دیگا !

(البدر مورخہ ۲۹ اکتوبر ۸ نومبر ۱۹۰۳ء)

طابع نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا